إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ

سیرۃ الصدّیق

مصنّفہ

محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی

حبیب گنج ضلع علی گڈھ

باہتمام خاکسار رشید احمد انصاری

مطبع احمدی علیگڈھ میں طبع ہوئی ۱۳۲۲ھ

اور وہیں سے شائع ہوئی

(مکتبہ محمد اوصاف علی کولوی)

فہرست مضامین سیرۃ الصدیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اللذین قاموا واقاموا علی الصراط المستقیم ۔ عرصہ ہوا کہ میرے مکرم دوست ضیاء الدین احمد صاحب نے فرمایش کی تھی کہ میں قرون[1] اولی کے کسی بزرگ کے حالات طلباء مدرستہ العلوم کے سامنے بیان کروں میںنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو انتخاب کیا جو باتفاق اہل سنت وجماعۃ افضل اُمت ہیں اور جنکی برگزیدہ زندگی میں دین و دنیا دونو کی رہبری کے اعلیٰ اوصاف جمع تھے ۔ اسی کے ساتھ اُنکے حالاتِ و واقعات بہت کم اہل دین کے پیش نظر ہیں آجکل اہل اسلام جس افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اُسکا ایک موثر اور عمدہ علاج یہ ہے کہ قرون اولیٰ کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائع کیے جاویں تاکہ مسلمان اُنکو پڑھیں اور سبق حاصل کریں اوس دور کے مسلمان خالص اسلامی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے ۔ اُن کی زندگی اُن تمام بیرونی اثروں سے پاک صاف تھی جو بعد کو

[1] قرونِ اولی ۔ ابتداء اسلام کا زمانہ

مسلمانوں کی زندگی پر موثر ہوتے گئے اور جنھوں نے اُنکو رفتہ رفتہ صراط مستقیم سے دور کر دیا۔ اسی دوری کا نتیجہ وہ تباہی اور بربادی ہی جس میں ہم مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرون اولیٰ کے مسلمان بہترین مظہر اسلام تھے اور اُنکا اقتدا و پیروی پر مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کو زندگی کی کشمکش میں ایک کامل رہبر و ہادی کا کام دیسکتی ہی۔ اسی یقین و عقیدہ سے مینے یہ رسالہ لکھا ہی خداوند تعالےٰ قبول فرمائے اور مسلمانوں کو نفع بخشے۔

اس رسالہ کی تحریر سے پہلے عرصہ تک مینے کتابوں کا مطالعہ کیا حالات انتخاب کیے یہی وجہ ہی کہ فرمایش کی تعمیل میں اسقدر تاخیر ہوئی۔ لیکن تاخیر سے جہاں انتظار کی زحمت ہوئی وہاں یہ نفع بھی ہوا کہ بعض نایاب کتابیں طبع ہو کر آگئیں مثلاً طبقات ابن سعد۔ نہایت معتمد و معتبر کتابوں سے یہ رسالہ مرتب ہوا ہی۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہی:—

جامع صحیح امام بخاری۔ سیرۃ ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد۔ معارف ابن قتیبہ مروج الذہب مسعودی۔ تاریخ الملوک والامم امام ابن جریر طبری۔ کامل ابن اثیر۔ نزہتہ الابرار فی الاسامی و مناقب الاخیار امام وجیہ الدین عمر۔[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبد البر۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ازالۃ الخفا فی خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ جستہ جستہ باتیں فتوح البلدان بلاذری اور العقد الفرید ابن عبد ربہ اور خلاصۃ الوفا اور الریاض النضرہ محب الدین طبری سے بھی ماخوذ ہیں جغرافیہ کے متعلق معجم البلدان یاقوت حموی اور فتح الباری سے مدد لی گئی ہی۔ مینے کوشش کی ہی کہ واقعات صاف اور سیدھی عبارت میں بیان کر دیے جائیں اور اس سادہ بیانی کو حتی الامکان ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے جو قدما مورخین کی روش تھی۔ عبارت آرائی

[1] یہ ایک نایاب قلمی نسخہ ہی جو میرے کتبخانہ میں ہی۔

سے قصداً احتراز کیا گیا ہی لہذا اگر اس رسالہ کی عبارت روکھی پھیکی معلوم ہو تو قابل چشم پوشی ہی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ۔

محمد حبیب الرحمن خاں
حبیب گنج ضلع علیگڈھ
۱۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۱ھ
یوم جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

نام نسب لقب۔ والدین

ایام جاہلیت میں عبد الکعبہ نام تہا بعد اسلام حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ تجویز فرمایا۔ صدیق وعتیق دونو لقب ہیں ابوبکر[۱] کنیت۔ سب سے زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی۔ نسباً قریشی تیمی ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہی عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ چہٹی پشت میں مرہ بن کعب پر پُہنچکر اُنکا نسب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے ملجاتا ہی۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام عثمان کنیت ابو قحافہ تہی ۸ھ میں فتح مکہ کے وقت نوّے برس کی عمر میں اسلام لائے ۱۴ھ میں بعہد خلافت فاروقی وفات پائی۔ والدہ کا نام سلمی کنیت ام الخیر تھی۔ قریشی تیمی ہیں۔ اسلام سے مشرف ہوئیں۔

---

[۱] بکر آپ کی اولاد میں کسی کا نام نہ تہا۔

ولادت

ایام جاہلیت

حضرت ابوبکر[1] عام فیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے یعنی آغاز سنہ ہجری سے پچاس برس چھ مہینے پہلے۔ایام[2] جاہلیت میں بھی قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ[3] کرام میں دس آدمی ایسے تھے جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سرآوردہ مانے گئے۔ منجملہ اُنکے ایک حضرت صدیق بھی ہیں۔ قیام مکہ میں رہتا تھا تجارت ذریعہ معاش و دولتمندی تھی۔ سلسلۂ تجارت میں شام اور یمن کے متعدد سفر کیے تھے۔ پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا۔ حسن اخلاق ہمدردی۔ وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جنمیں حضرت صدیق قبل اسلام بھی ممتاز تھے انہی صفات کی وجہ سے لوگ اُنکے گرویدہ تھے اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور اُن کی رائے پر اعتماد کرتے۔ قبیلۂ قریش کی تاریخ۔ اُس کی مختلف شاخوں اور خاندانوں کی قرابت و نسب کا جاننے والا اُنکے عہد میں اُن سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ قبائل عرب صدیوں سے آزاد تھے اور اُنپر کوئی بادشاہ حکمراں نہ تھا۔ قبیلوں کے سردار ہی معاملات کو طے کرتے تھے اور حکومت کے فرائض اور مختلف خدمتیں مختلف سرداروں کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبیلۂ قریش کی خدمت اشناق[4] حضرت صدیق اکبر

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چالیس برس پہلے حبش کے بادشاہ نے کعبہ پر حملہ کیا تھا چونکہ ہاتھی اسکے ساتھ تھے اس لیے اس سال کا نام عام فیل اور حملہ کرنیوالوں کا نام اصحاب فیل مشہور ہوا۔

[2] ایام جاہلیت۔ عرب کا وہ زمانہ جو ظہور اسلام کے قبل تھا۔ [3] جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کے مشرف ہوئے وہ صحابی کہلاتے ہیں۔ صحابہ جمع کا صیغہ ہے۔

[4] اس خدمت کا تعلق دیت اور خونبہا سے تھا۔ جب کوئی کسی کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل سے جو مالی بدلا لیا جاتا تھا اُس کو دیت کہتے تھے۔ اُس بدامنی و خونریزی کے زمانے میں ظاہر ہے کہ یہ صیغہ کسقدر اہم اور ذمہ داری کا تھا۔ ۱۲

کے متعلق تھی۔ جب کسی قبیلہ میں کوئی خون ہوجاتا تو اگر صدیق اکبر خونبہا کی ضمانت کر دیتے تو مقبول ہوتی دوسرے کی ضمانت قبول نہ کی جاتی۔ شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

اسلام نزول وحی سے ایک سال پہلے سے حضرت ابوبکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے آغاز وحی کے زمانہ میں بسلسلہ تجارت یمن گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو قریش کے سردار ابوجہل۔ عُتبہ۔ شیبہ وغیرہ ملنے گئے اثنائے گفتگو میں حضرت ابوبکر نے تازہ خبر دریافت کی تو کہا سب سے بڑی خبر اور بڑی بات یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بچہ مدعی نبوت بنا ہے اسکے انسداد کے متعلق ہم تمہارے آنے کے منتظر تھے یہ سنکر حضرت صدیق کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور اعیان قریش کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر کے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے بعثت کے متعلق سوال کیا اور اُسی جلسہ میں قبول اسلام سے مشرف ہوے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مینے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اُس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر ضرور پائی مگر ابوبکر کہ جسوقت مینے اُنکے سامنے اسلام پیش کیا اُنھوں نے بے جھجک قبول کر لیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اول اسلام کون لایا بعض نے کہا ہے حضرت علی مرتضیٰ۔ بعض کا قول ہے حضرت ابوبکر۔ قول فیصل یہ ہے کہ بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر۔ لڑکوں میں حضرت علی۔ بیبیوں میں حضرت خدیجہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ سب سے اول اسلام لائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص وحی نازل ہونے کے ساتویں روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اُنسے پہلے

حضرت ابوبکر اور حضرت علی دولت ایمان سے مالامال ہو چکے تھے۔ ایمان لانے
کے بعد صدیق اکبر نے اپنی تمام قوت و قابلیت۔ سارا اثر کل مال و متاع جان اور اولاد
غرض جو کچھ اُنکے پاس تھا وہ سب اللہ اور اُس کے رسول کی رضا جوئی و اطاعت میں وقف
کر دیا۔ اور قبول اسلام کے بعد اُن کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان
ہی۔ قریش میں اُنکا جو اثر تھا اُس کو تم سُن چکے ہو اُس اثر کا جلوہ تھا کہ گروہ سابقون[1] اولون
کے ممتاز فرد مثلاً حضرت عثمان۔ حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف
حضرت سعد بن ابی وقاص اُنکے ذریعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو کر اسلام سے فیضیاب ہوئے مال اُن غریبوں کی مدد میں صرف کیا جو اسلام لاکر
سنگدل آقاؤں کی سختی کا نشانہ بن رہے تھے اُمیں سے بہت سوں کو حضرت ابوبکر نے
خرید خرید کر آزاد کر دیا منجملہ اُنکے حضرت بلال بھی تھے۔ اُنکی داستان کیسی درد انگیز
ہے۔ حضرت بلال کا آقا اُنکے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بہت ناراض تہا۔ جوش
غضب میں وہ عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹاتا سینے پر بھاری سا پتھر رکھدیتا
اور کہتا جب تک لات[2] اور عزّیٰ پر ایمان نہیں لائیگا اسی عذاب و مصیبت میں مبتلا رکھونگا
مگر پتھر کے نیچے سے آواز آتی "احداً احداً" میرا معبود وحدہ لاشریک ہی۔ وحدہ لاشریک
ایک روز حضرت ابوبکر نے یہ حالت دیکھی تو رحم آیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

ابتداء اسلام میں تین برس تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ
اسلام خفیہ فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت ابوبکر بھی پوشیدہ خدمت اسلام کرتے تھے۔

---

[1] سابقون اولون وہ صحابہ کرام جو واقعۂ بدر ۲ھ تک ایمان لائے۔

[2] لات اور عزّیٰ عرب کے دو مشہور بُت تھے۔

جب رسالت کی چوتھی سال یہ آیت نازل ہوئی :-

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ تمکو جو حکم دیا جاتا ہی اُسکو علانیہ بیان کرو اور مشرکوں کی طرف سے منہہ پھیرلو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کا اعلان شروع کیا اور شرک وجہل کی مذمت علانیہ فرمانے لگے۔ اس سے مشرکین عرب بھڑکے اُنکی بھڑک وحشی اور جنگجو عربوں کی بھڑک تھی کیا کچھہ نہ کرگذرے۔ کوئی ایذا اور کوئی تکلیف نہ تھی جو خدا کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ پہنچائی گئی۔ ان مصیبتوں میں صدیق اکبر کا بھی حصہ تہا۔ ایک روز حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہی اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مذمت اور توہین نئے نبی نے کیسی کی ہی۔ ناگاہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ کے واسطے داخل حرم ہوئے آپکو دیکھکر مشرکوں کی آتش غضب بھڑکی اور ایک شخص نے بڑہکر کہا "اے شخص تو ہی ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہی"۔ ارشاد فرمایا بیشک۔ یہ سنکر تمام مجمع آپ سے لپٹ گیا ناہنجار مارتے تھے اور کہتے تھے :- --

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا کیا تو سب خداؤں کو ایک خدا کر دیگا۔

آخر آپ بیہوش ہوکر گر گئے کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے جا کہا ادہر کے صاحب اپنے رفیق کی خبر لو۔ دوڑے ہوئے آئے اُدہر مجمع کفار میں گہس گئے کسی کو مارتے کسی کو ہٹاتے اور کہتے جاتے :-

وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ تم پر افسوس ہی کیا ایک شخص کو تم اس کہنے پر مارے ڈالتے ہو کہ میرا رب اللہ ہی اور حال یہ ہی کہ وہ خدا کی جانب سے روشن دلیلیں تمہارے پاس لایا ہی۔

یہ مداخلت مشرکوں کو سخت ناگوار ہوئی اور سب کے سب اُن پر جھپٹ پڑے اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ عزیزوں نے آکر بچایا۔ یہ سُن لو کہ حضرت صدیقؓ پٹتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:۔

تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام — اے عزت وجلال والے تیری ذات بہت بابرکت ہے۔

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ گھر پہنچے ہیں تو یہ حال تھا کہ سر پر جس جگہ ہاتھ لگتا وہیں سے بال الگ ہو جاتے۔ واقعۂ ہذا کے ساتھ ایک اور واقعہ سنو جس سے عزم رسالت کی شان کا اندازہ کر سکو۔ اور عیاں ہو جائے کہ عین تلاطم شدائد کے وقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کسقدر مطمئن تھی اور آپ کو اپنے رب کے فضل پر کسقدر بھروسہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت کعبہ کے سایہ میں ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہماری مدد کے واسطے اللہ سے دعا نہیں کرتے۔ یہ سُنکر آپ اُٹھکر بیٹھ گئے چہرۂ مبارک غصے سے سُرخ ہو گیا۔ فرمایا[1] اگلے لوگوں کا گوشت لوہے کے کنگوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں سے الگ کیا گیا اس پر بھی وہ دین سے نہیں ہٹے اُنکے سر پر آرے چلائے گئے چیر کر بیچ میں سے دو کر دیے گئے تاہم دین پر قائم رہے اللہ اس دین کو ضرور کامیاب فرمائیگا اور نوبت یہ پہنچیگی کہ ایک سوار صنعاء[2] سے حضرموت تک جائیگا اور سوائے اللہ کے کسی

[1] مدعا یہ ہے کہ تم اتنی ہی تکلیفوں سے گھبرائے جاتے ہو [2] صنعاء و حضرموت یمن میں واقع ہیں اُنکے درمیان فاصلہ ۱۶۰ میل ہے

سے نہیں ڈریگا۔

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہو سکا تو آپنے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کرجاؤ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحم دل ہی اُس کے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسایش کی نعمت حاصل ہوتی ہی۔ چنانچہ دومرتبہ مسلمان ہجرت کرکے ملک حبش کو گئے۔ ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار بیبیاں دوبارہ اسّی سے زیادہ مرد اور بیبیاں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قیام فرما رہے۔ حضرت ابوبکر نے عرصۂ دراز تک سختیوں کی برداشت کی اور دامن حضوری نہ چھوڑا مگر آخر وہ بھی مجبور ہو گئے اور گھربار کو چھوڑ کر براہ یمن ملک حبش کی راہ لی۔ پانچ منزلیں طے کرکے برک الغماد[1] نامی مقام پر پہنچے تھے کہ قبیلۂ قارہ[2] کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے دیکھکر حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق اکبر نے جواب دیا کہ مجھکو میری قوم نے نکال دیا اب پردیس میں پھرکر اپنے رب کی عبادت کرونگا۔ ابن الدغنہ۔ تم سا آدمی جو بیکسوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد۔ مہمان نواز۔ راہ حق کی مصیبتوں میں غمخوار ہو وہ نہ اپنے گھر سے نکل سکتا ہی اور نہ نکالا جا سکتا ہی میں تم کو پناہ دونگا مکہ کو لوٹ چلو اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آئے شام کو ابن الدغنہ نے اشراف قریش کے مجمع میں جاکر کہا کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو جو محتاجوں کا حامی مصیبت زدوں کا غمخوار اور راہِ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہی۔ ابوبکر سے شخص کو نہ نکلنا چاہیئے اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا اور کہا کہ ابوبکر سے کہدو کہ اپنے رب کی عبادت

---

[1] یہ مقام یمن کی طرف مکہ سے پانچ منزل ہی۔

[2] قبیلہ قارہ قریش کے قبیلۂ بنی زہرہ کا حلیف تھا اُس کی تیراندازی ضرب المثل تھی۔

گھر کے اندر کریں۔ گھر میں بیٹھکر جو چاہیں پڑھیں۔ علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت ورنہ ہمکو خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد ہو جائینگے۔

عرصہ تک حضرت ابوبکر نے اسکی پابندی کی آخرکار شوقِ دل نے مجبور کیا اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد* بناکر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب تھے۔ تلاوت کلام مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھکر قریش کی عورتوں اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا۔ اور محو حیرت ہوکر پروانہ وار ایک دوسرے پر گرتے۔ اشراف قریش یہ حالت دیکھکر گھبرا اٹھے۔ اور ابن الدغنہ کو بلا کر کہا ابوبکر شرایط امن پر قائم نہیں رہے باہر مسجد میں بالاعلان نماز و قران پڑھتے ہیں ہمکو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ انکو روکو ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بدعہدی نہیں کرنی چاہتے اس کے ساتھ ابوبکر کو علانیہ نماز و قران پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دیسکتے۔ ابن الدغنہ نے آکر حضرت ابوبکر سے یہ ماجرا کہا تو انھوں نے جواب دیا۔

اَرُدُّ اِلَیکَ جِوارَكَ وَاَرضیٰ بِجِوارِ اللّٰہ تمہاری پناہ تمکو مبارک میں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں

یہ واقعہ تیرھویں سال نبوت کا ہے۔

ہجرت | نزول وحی کے بعد تیرہ برس تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا صبر و تحمل اور عزم و استقلال کی جو شان ان تیرہ برس میں ذات اقدس سے عیاں ہوئی وہ قیامت تک نوع انسانی کے واسطے شمع ہدایت کا کام دیگی خیال کرو ایک ذات ہے ظاہری اسباب حفاظت و مدافعت قطعاً معدوم۔ خالق کا پیام مخلوق کو پہنچانے کی گراں بار ذمہ داری دوش مبارک پر۔ عرب سی سرکش جنگجو اور کینہ پرور قوم سے

* یہ اسلام میں پہلی مسجد تھی۔

شرک و بت پرستی پشتوں کے اخلاقی جرائم اور بدکاریاں (جنکا سرچشمہ جہالت سفاکی خودسری تھی) چھٹانے اور تصفیہ وتزکیہ کے بعد انکی دلوں کو نورِ عرفان اور پاکیزگی اخلاق سے معمور کردینے کی خدمت سپرد اُس پر کفارِ عرب کی اُن اذیتوں اور تکلیفوں کا تحمل جنکا ایک شمہ اوپر بیان ہوا۔ پھر خدارا انصاف کرو کہ کیا یہ سب کچھ بدون صداقت اور حق کی قوت کے ہوا اگر ہوا تو پھر دنیا میں حق یا صداقت کوئی قوت نہیں۔ جھوٹ اور دغا سے بھی سب کچھہ ہوسکتا ہی۔

خلاصہ یہ کہ مبعوث ہونیکے بعد تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت خفیہ فرمائی اسی زمانے میں اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ایمان لائے۔ اسکے بعد اعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپنے اعلان حق اس قوت و عزیمت کے ساتھ فرمایا کہ عرب کی پہاڑیاں اُسکی صدا سے گونج اُٹھیں اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی باوجود ہزاروں انقلابوں کے دنیا کے تمام براعظموں میں وہ صدا گونج رہی ہی۔ اور کروڑوں نفوس انسانی کے دل اُسکی طرف لگے ہوئے ہیں۔ جب اہل مکہ کی طرف سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہوگئے تو آپنے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو میلے نواح مکہ میں ہوتے اُنمیں تشریف لیجاکر احکام الٰہی سُناتے مدت تک یہ مجمعے بھی فیضیاب نہوئے۔ آخر ایک مرتبہ آپ مدینہ والوں کی جماعت میں تشریف لیگئے اس گروہ نے پہلی ہی مرتبہ کلام الٰہی شوق اور توجہ سے سُنا۔ دو تین سال کے عرصے میں اہل مدینہ کے دل پوری طرح مسخر ہوگئے اور وہ بقعہ پاک اسلام کا دارالامن بنگیا ہجرت سے چار مہینے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عام اجازت فرمائی کہ مدینہ کو ہجرت کرجائیں۔ چنانچہ جوق جوق صحابی دارالہجرۃ کو جانے لگے حضرت

عمرنے بھی اسی زمانے میں ہجرتؓ کی۔ صدیق اکبرنے چند مرتبہ قصد کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہکر منع فرمایا کہ خود مجکو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابوبکر نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کرکے اہتمام کے ساتھ دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کردی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح شام حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ایک روز خلاف عادت دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لیگئے۔ سر پر چادر لپٹی ہوئی تھی۔ اُسوقت حضرت ابوبکر اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے سُنکر کہا، میرے باپ اور ماں اُن پر قربان ہوں یہ ناوقت کا آنا بے وجہ نہیں ہوسکتا۔ اسی عرصے میں آپ دروازہ پر پہنچگئے، اوّل اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اندر تشریف لیگئے اور تخلیے کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا کہ کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دونو لڑکیاں ہیں یہ سنکر آپنے فرمایا کہ ابوبکر ہجرت کی اجازت آگئی۔ اُنھوں نے بیساختہ کہا:۔

الصَّحَابَۃ یارسول اللہ	اور میری رفاقت یارسول اللہ

ارشاد فرمایا رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکر فرط مسرت سے رونے لگے حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اُس روز میں نے جانا کہ آدمی جوش خوشی میں بھی روتا ہے۔ اُسی وقت حضرت ابوبکر نے دونو اونٹ پیش کرکے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کے واسطے تیار کئے ہیں ایک سواری خاصہ کیواسطے پسند فرمالیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمتاً لے لیا۔ باقی جملہ انتظام بھی اسی وقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کے واسطے مقرر ہوا یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام جلیل القدر اصحاب ہجرت کرکے مدینے چلے گئے تھے صرف حضرت علی

لہ ہجرت، رضاالٰہی کے واسطے ترک وطن۔ اُس زمانے میں ہجرت فرض تھی ۱۲

مرتضیٰ اور حضرت ابوبکر باقی تھے۔ حضرت علی کو آپنے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانتیں حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ واپس دیکر مدینہ چلے آئیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہی کہ باوجود تمام خصومت اور عداوت کے کفار مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس امانتاً رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپکی صداقت و امانت پر تھا۔ الغرض وقت معین پر حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہوکر تین دن تک غار ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہی اسی رفاقت کا ذکر اس آیۂ پاک میں ہی:-

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ — دو میں کا دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔

اور اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تسلی کے واسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت و شان کے سامنے آجتک شدید سے شدید دشمن کا بھی سر خم ہی یعنی

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا — غمگین نہو ـ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہی۔

یہ وہ موقع ہی کہ صرف آپ اور آپکے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالت غیظ و غضب میں سرگرم تلاش ہیں۔ تلاش کرتے کرتے دفعتاً غار کے منہ پر آکھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جو اُن کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا:-

اُدْرِکْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ — اے اللہ کے رسول کافروں نے ہمکو آلیا۔

آپنے غایت اطمینان کے ساتھ فرمایا:-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا — غمگین نہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہی

روحی فداک یا رسول اللہ۔ تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہوکر سمندر کی قریب کی راہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک اونٹ پر حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر تھے دوسرے پر عبداللہ بن ارقط راہبر اور حضرت ابوبکر کے غلام آزاد حضرت عامر بن فہیرہ۔ حضرت ابوبکر کا سن اُس وقت اُنچاس برس چھ مہینے کا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سپید تھے۔ حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ترپن برس کا تھا مگر بال بالکل سیاہ تھے۔ قبول اسلام کے زمانے میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت ابوبکر کے پاس تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہگیا تھا۔ ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ اُنھوں نے ساتھ لے لیا۔ اہل وعیال کفار کے نرغے اور خدائے ذوالجلال کی پناہ میں چھوڑ دئیے۔ ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال سُنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماء سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا اور سُنا ہی روپیہ بھی سب ساتھ لے گیا۔ اُنھوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدمہ نہو کہا ابا یہ بات نہیں ہی وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اُس وقت نراسی برس کا تھا بینائی سے معذور تھے۔ حضرت اسماء نے اُس الماری میں جس میں روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا اس الماری میں دیکھو۔ اُنھوں نے ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہی تو مضائقہ نہیں صدیق اکبر نے اپنی اہل وعیال کو کس بیکسی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا تھا اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ ہو سکتا ہی۔ ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برافروختہ ہوئے تو ابوجہل مع چند آدمیوں کے اُن کے گھر آیا اور حضرت اسماء سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہی اُنھوں نے کہا مجھکو معلوم نہیں اُس پر طیش میں آ کر اُس شقی نے ایک تھپڑ اُن کے منہ پر اس زور سے مارا کہ کان سے آویزہ نکلکر دور جا پڑا۔

۱۲ ربیع الاول کو حضرت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم مع اپنے رفیق کے مدینہ پہنچے

دوپہر کا وقت تھا۔ اہل مدینہ نے چونکہ عام طور پر جمال مبارک نہیں دیکھا تھا اسلئے امتیاز نکر سکے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے ہیں ادب مانع سوال تھا۔ جب چہرۂ اقدس پر دھوپ
آئی اور حضرت ابوبکر نے اُٹھکر چادر کا سایہ کیا اُسوقت پہچانا۔

مہاجرین کا گروہ مدینہ طیبہ میں محض بے خانماں تھا ٹھرنے کا ٹھکانا تو کسی کا بھی نہ تھا
بہت سے بے سروسامان بھی تھے۔ جن کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی دم لینے اور جائے قیام
کے محتاج تھے اہل مدینہ نے جس حوصلہ اور محبت کیساتھ اپنے مہمانوں کا خیر مقدم کیا وہ
تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انصار کا برگزین لقب پایا۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب میں مؤاخاۃ کا سلسلہ قایم کیا۔
یعنی ایک کو دوسری کا بھائی بنایا۔ یہ بھائی حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھکر ایک دوسرے
کے ہمدرد اور رفیق بنگئے ایک انصاری[1] جب اپنے بھائی مُہاجر کو عقد مواخاۃ کے
بعد گھر لے گئے تو اُن کو اپنا تمام مال اور جائداد کا جائزہ دیا اور کہا اس میں سے نصف
تمہارا ہے۔ میری دو بیبیاں ہیں ایک کو طلاق دیتا ہوں بعد عدّت تم اُس سے نکاح
کرلینا۔ اُن کے بھائی مہاجر نے کہا کہ تمہارا مال و جائداد اور بیبیاں تم کو مبارک مجھکو
ضرورت نہیں۔ حضرت ابوبکر کی مواخاۃ حضرت خارجہ بن زید انصاری سے قایم فرمائی
گئی تھی اس لیے حضرت ابوبکر نے سنح[2] میں قیام کیا۔

ہجرت سے وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک

مدینہ پہنچکر سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع دستیاب

---

[1] انصار مدینہ کے باشندے۔ مہاجر جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے ۱۲

[2] سنح مدینہ کا ایک محلہ تھا ۱۲

اشرفیوں میں خرید کر مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔ یہ اشرفیاں حضرت ابوبکر کے مال سے دی گئیں۔ جو صحابۂ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُن کے واسطے مسجد کے گرد مکانات تجویز کیے گئے اسی سلسلہ میں حضرت ابوبکر کا مکان بھی مسجد کے متصل بنا جس کی ایک کھڑکی احاطۂ مسجد کے اندر تھی۔ بنائے مسجد نبوی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آدمی بھیجکر اہل وعیال کو طلب فرمایا اُسی قافلے میں حضرت ابوبکر کے اہل وعیال بھی مدینے پہنچے۔ حضرت صدیق کے بال بچے چندے بمقام سُنح رہے جب مسجد کے پاس مکان تیار ہوگیا تو اُس میں آگئے۔ یہ مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ ٹٹیوں کو مٹی سے تھیسکر علٰحدہ علٰحدہ حجرے بنا دیئے جاتے تھے۔ چھت کھجور کے لکڑی اور پتیوں سے پاٹی جاتی تھی اسقدر بلند ہوتی تھی کہ آدمی ہاتھ اوٹھاتا تو چھت سے جا لگتا۔

ہجرت سے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرۃ نبوی کا زمانہ ہی اگر اُس عہد کے کل واقعات مفصل لکھے جائیں تو ایک جزو اعظم سیرۃ رسالت کا بیان کرنا ہوگا۔ جو اس رسالے کا موضوع نہیں اگر بالکل چھوڑ دیئے جائیں تو سیرۃ صدیقی کا ایک عظیم الشان حصہ ترک ہوتا ہی۔ اسلئے میں بھی وہی مسلک اختیار کرتا ہوں جو علامہ شبلی نے الفاروق میں اختیار کیا ہی یعنی واقعات کا مجمل بیان اور اُن کے ضمن میں حالات صدیقی کا خصوصیت سے اظہار۔

غزوۂ بدر اوپر کے بیانات سے فی الجملہ اندازہ اُن مصائب اور تکالیف کا ہوتا ہی جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہنچی تھیں۔ نیز اُس شانِ رضا و تسلیم کا جو ذات اقدس اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی۔ اُس زمانے میں کفار نے اپنی تمام کوشش اذیت اور تکلیف پہنچانے میں صرف کی تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اُنھوں

نے نور اسلام کو آب شمشیر سے بُجھانا چاہا۔ اسلئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا اور قیام مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام غزووں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف ہے اور جو حضرات اس غزوے میں شریک تھے وہ تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھکر ہیں۔ بدر ساحل سمندر کی جانب مدینہ سے سات منزل دور ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا۔ یہ غزوہ چونکہ اس موقعے پر ہوا لہذا بدر کے نام سے مشہور ہے ۲ھ میں مشرکین مکہ نے ایک بڑی جمیعت فراہم کی جس میں قریش کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنیکے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ کو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی مسلمانوں کی فوج لیکر روانہ ہوئے اور بدر پہنچکر مقام فرمایا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی انمیں ستتر مہاجرین تھے اور دو سو چھتیس انصار۔ تمام لشکر میں صرف ستّر اونٹ اور تین گھوڑے تھے جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت مرثد غنوی کی سواری میں ایک اونٹ تھا۔ کفار کی جمعیت ایک ہزار تھی جن میں سو سوار تھے۔ میدان بدر میں جب آپنے لشکر اسلام کی صفیں ترتیب دیں اور مسلمانوں کی قلت بے سروسامانی اور کفار کی کثرت و شوکت دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے اور غایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائی:۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِی مَا وَعَدْتَنِی اَللّٰهُمَّ اِنْ — اے اللہ تیرا جو وعدہ مجھسے تھا وہ پورا فرما دے اے اللہ

تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ — اگر تو اس گروہ اہل اسلام کو ہلاک کر دیگا تو پھر سطح زمین

الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ — پر تیری عبادت نہوگی۔

عالم یہ تھا کہ آپ دعا میں مصروف تھے اور صدیق اکبر ردا، مبارک کو آپکے شانوں پر

اُٹھائے ہوئے تھے۔ آخر دعا درجہ اجابت کو پہنچی اور حضرت ابوبکر نے عرض کی :۔

کفاک یانبی اللہ بابی انت و امی — اے اللہ کے نبی تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

فناشد تک ربک فانہ سینجز لک وعدہ — بارگاہ الٰہی میں آپکی مناجات کامیاب ہوئی جو آپ سے وعدہ تھا وہ عنقریب پورا فرمائیگا۔

اس پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم فرمادی اور یہ کہتے ہوئے میدان میں تشریف لائے :۔

سیھزم الجمع و یولون الدبر — جماعت کفار کو عنقریب شکست دیجائیگی اور وہ پیٹھ پھر کر بھاگ جائینگے

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو آیہ پاک میں

اِذ تَستَغِیثُونَ رَبَّکُم فَاستَجَابَ لَکُم — یاد کرو اُس دن کو جبکہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے رب سے بس اُسنے

اَنِّی مُمِدُّکُم بِاَلفٍ مِنَ المَلٰئِکَۃِ مُردِفِینَ — قبول فرمائی تمہاری دعا کہ میں تمکو مدد دونگا ہزار فرشتوں سے جو لگاتار آنیوالے ہونگے۔

صحابۂ کرام نے ایک چھوٹا سا سائبان حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کیواسطے میدانِ جنگ کے کنارے پر بنادیا تھا۔ اُس میں آپ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر شمشیر برہنہ لئے حفاظت پر کمربستہ۔ جب معرکۂ کارزار گرم ہوا اور آپنے بذات خاص کفار پر حملہ فرمایا تو سردارِ میمنہ حضرت ابوبکر تھے اور سردار میسرہ حضرت علی مرتضیٰ۔ صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن اُسوقت تک کافر تھے اور لشکر مشرکین میں شامل۔ حضرت صدیق نے اُن کو دیکھا تو طیش میں آکر للکارا اور کہا اَینَ مَالِی یَاخَبِیثُ او پلید میری حقوق کیا ہوئے؟ اُنھوں نے جواب دیا :

لَم یَبقَ غَیرَ شِکَّۃٍ وَ یَعبُوبٍ + وَصَارِمٍ یَقتُلُ ضَلَالَ الشَّیبِ — صرف دستہ و تیر سمند تیز گام باقی ہے اور گمراہی پیری کی قاتل تلوار۔

اسلام لانیکے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوہ بدر میں ایک موقعہ

پر آپ میری زد پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا دیا۔ یہ سُنکر کہا کہ تو میری زد پر آجاتا تو میں کبھی نچھوڑتا۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی۔ صنادید کفار اس معرکہ میں قتل ہوئے مثلاً۔ ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ

غزوۂ اُحد ماہ رمضان سنہ ہجری بروز شنبہ

غزوۂ بدر کے ایک سال بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کے پاس جمع ہو کر گئے اور اپنے مقتول اعزہ کے انتقام میں مدد چاہی۔ ابوسفیان نے مقتولین بدر کے انتقام کا اہتمام کیا۔ مالی مدد دی۔ قبائل میں نقیب بھیجے کہ جوش دلا کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آمادہ کریں۔ الغرض تین ہزار پرجوش مشرکوں کا لشکر لیکر ابوسفیان روانہ ہوا۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں تاکہ مردوں کو غیرت دلا کر بھاگنے سے روکے رہیں مدینہ کے قریب اُحد نامی اک پہاڑ ہے یہ غزوہ اُس پہاڑ پر ہوا تھا اسلئے غزوۂ اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملۂ کفار کی خبر سُنکر مع ایک ہزار مسلمانوں کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں عبداللہ بن اُبی سرگروہ منافقین کی دراندازی سے لشکر اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ ایک ثلث آدمی منافق مذکور کے ساتھ واپس چلے گئے۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کم ہو کر سات سو رہگئی۔ میدان اُحد میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر جو راستہ تھا اُس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر ہدایت کی کہ بدون حکم اپنی جگہ سے کسی حالت میں جنبش نکریں۔ مقابلہ شروع ہوا مشرکین کی عورتیں صفوں کی پشت پر ڈھول بجا بجا کر جوش انگیز اشعار گاتی جاتی تھیں۔ بڑے زور کا رن پڑا مسلمانوں کے حملہائے مردانہ نے لشکر کفار کی صفیں اُلٹ دیں اور جمعیت کفر میں تفرقہ ڈال دیا۔ تیراندازوں کے دستے نے دشمنوں کی ہزیمت دیکھی تو اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکوں کے خیمے لوٹنے لگے۔ اس سے مسلمانوں کی فوج کا پیچھا کھُل گیا۔ اسی عرصے میں کسی نے مشہور

کر دیا کہ رسول اللہ مقتول ہو گئے۔ کفار نے اس موقعے کو غنیمت خیال کر کے اپنی جمعیت پھر قائم کی اور دوبارہ بڑے زور کا حملہ کر کے مسلمانوں کے لشکر کے اندر گھس آئے۔ لشکرِ اسلام میں تفرقہ شدید پڑ گیا۔ کافروں کی ایک جماعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچی۔ ایک نے لب مبارک پر پتھر مارا جس کے صدمے سے ہونٹ شق ہو کر ایک دانت ٹوٹ گیا۔ دوسرے نے پیشانی اقدس پر تیسرے نے چہرۂ منور پر۔ ان متواتر زخموں کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر خون بکثرت بہنے لگا۔ آپ خون پونچھتے اور فرماتے:۔

کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم وھو یدعوھم الی ربھم	وہ قوم کس طرح فلاح پائیگی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ اُنکو اُنکے رب کی طرف بلاتا ہے

اسی حالت میں کفار نے ریلا دیا اور آپ زخموں کے صدمے سے بیہوش ہو کر ایک غار میں گر گئے جس میں مسلمان شہدا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب جمال مبارک نگاہ سے دور ہو گیا تو مسلمانوں کی پریشانی و آشفتگی کی انتہا نہ رہی۔ اور فرطِ اضطراب میں ہر طرف پھرنے لگے بالآخر سنبھلے اور اُس مقام پر آئے جہاں آپ تھے۔ محدث مشہور عالم کا قول ہے کہ سب سے اوّل اُس موقع پر پہنچکر حضرت ابو بکر نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ حضرت علی نے دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ نے سہارا دیا اور آپ اُٹھکر کھڑے ہو گئے۔ خُود کی جو کڑیاں پتھروں کے صدمے سے چہرہ اقدس میں گھس گئی تھیں اُنکو حضرت ابو عبیدہ نے دانتوں سے پکڑ پکڑ کر نکالا جس کے صدمے سے خود اُن کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مالک بن سنان نے چہرۂ مبارک سے خون صاف کیا۔ اُس وقت صحابہ کرام نے بیتاب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے حق میں بد دعا کیجئے فرمایا کہ میں بد دعا کے واسطے نہیں بھیجا گیا اور دعا فرمائی "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ سمجھتے نہیں"۔ اسی عرصے میں کفار کی ایک جماعت

پھر آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زیاد بن سکن نے پانچ انصار کو ساتھ لیکر جوانمردی سے روکا اور مع رفقا اُسی موقع پر شہید ہوگئے۔ جب زیادہ زخموں سے چور ہو کر گرے تو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آئے تو پائے مبارک پر اُن کا سر رکھ لیا اور اُس جاں نثار نے اس حالت میں جان دی کہ رخسارہ قدم مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو دجانہ سپر بنکر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے تھے اور حضرت سعد ابن ابی وقاص آپکے پاس کھڑے ہوئے کفار پر تیر برسا رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس کوشش اور جانفشانی سے کفار کو مسلمانوں نے ذات گرامی کے حملوں سے روکا۔ اسی وقفے میں باقی مسلمانوں نے سنبھکر جمعیت پھر قائم کی اور کفار پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درّہ کوہ کے اوپر تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیر ہمراہ تھے۔ یہاں خالد بن ولید نے اپنے سواروں کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپنے حضرت عمر کو حکم دیا اور اُنھوں نے کفار کو مار ہٹایا۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ آپ حیات ہیں اور مسلمان خدمت میں کمربستہ و مستعد تو اُن کے حوصلے پست ہوگئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ حضرت حمزہ عم رسول اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ آغازِ معرکہ میں حضرت ابو بکر کے بیٹے عبد الرحمٰن نے میدان میں آکر اپنے مقابلے کے واسطے حریف طلب کیا۔ یہ دیکھکر حضرت ابو بکر خود اُن کے مقابلے پر آمادہ ہوئے تلوار میان سے نکالی اور آپ سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے ارشاد فرمایا۔

شم سیفک وامتعنا بک — تلوار میان میں کرو اور ہمکو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو۔

بعد ہزیمت کفار ستر سپاہی لشکر اسلام کے اُنکے تعاقب میں مامور ہوئے منجملہ اُن کے حضرت ابو بکر بھی تھے۔

غزوۂ خندق شوال ۵ھ

بدر اور اُحد کی ناکامی و ہزیمت کے بعد کفار مکہ میں تو حملہ آوری کی ہمت نہ رہی تھی مگر اسی زمانے میں ایک اور دشمن اسلام پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہود۔ مدینہ اور نواح مدینہ میں یہودی کثرت سے آباد و آسودہ تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو انھوں نے اپنا بیخ کن خیال کر کے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ لوگ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اہل مکہ کے پاس وفد بھیجکر پھر مخالفت پر آمادہ کیا۔ اہل مکہ سے مطمئن ہونے کے بعد وفد نے قبائل میں دورہ کر کے ہر جگہ جوش جنگ تازہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار نبرد آزما دشمنان اسلام پھر آمادہ ہو گئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مہم کی اطلاع ملی تو آپ نے حفاظت کیلئے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا۔ خود بہ نفسِ نفیس خندق کھودنے میں شرکت فرماتے تھے۔ مسلمانوں نے اس محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ لشکر کفار کے مدینہ پہونچنے سے پہلے پہلے خندق کھد کر تیار ہو گئی۔ مشرکین کی فوج دس ہزار تھی مسلمانوں کی تین ہزار موسم نہایت سرد تھا۔ سامان رسد قلیل۔ باوجود ان تمام مشکلات کے اہل ایمان نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور برابر ثابت قدم رہے۔ دشمنوں نے ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور متواتر حملے کئے لیکن ہر مرتبے زک اٹھائی۔ لشکر اسلام کا ایک دستہ حضرت صدیق کے ماتحت خندق کے ایک حصے کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس موقع پر بعد کو مسجد بنا دی گئی جو مسجد صدیق کے نام سے مشہور اور شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانے تک موجود تھی۔

حدیبیہ[۱] ذیقعدہ ۶ھ

ذیقعدہ ۶ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرے کے واسطے مکہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے قربانی کے جانور ہمراہ

---

[۱] حدیبیہ۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر چھوٹا سا گانو تھا۔

تھے۔ آپنے اس امر کا اعلان اچھی طرح فرما دیا تھا کہ مقصود صرف زیارتِ بیت اللہ ہے
نہ مخالفت یا مخاصمت۔ مہاجرین انصار اور قبائل کے چودہ سو آدمی ہمرکاب تھے
اثنار سفر میں یہ اطلاع ملی کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ
آپ کو مکے میں نہ داخل ہونے دینگے۔ آپنے یہ حال سنکر وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے
راستہ سے ایک منزل طے فرماکر بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسب عادت آپنے
صحابہ سے مشورہ فرمایا بعد مشورہ حضرت ابوبکر کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اس مقام پر قریشیوں
کے متعدد ایلچی حاضر ہوئے اور آپنے سب کو اطمینان دلایا کہ محض زیارت کعبہ کا ارادہ
ہے کوئی نزاع یا مخالفت پیش نظر نہیں۔ ایلچی اہل مکہ کو آپکی جانب سے مطمئن کرتے
تھے مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے ایلچی
ہوکر آیا۔ اور اُس نے اہل مکہ کا عزم و اہتمام جنگ نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔
حضرت ابوبکر اُس وقت حاضر تھے۔ عروہ کی لن ترانی سنکر ضبط نہ کر سکے اور کہا لات و
عزیٰ کے پوجنے والے مشرکوں کا یہ اہتمام ہے تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
مدد سے منہ موڑلینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپنے فرمایا ابن ابی قحافہ۔ عروہ نے کہا
کہ اگر ابوبکر کے احسان مجھپر نہوتے تو میں اس کا جواب دیتا لیکن میں اُن کے احسانوں
کا خیال کرکے درگزر کرتا ہوں۔ جب اُدھر کے ایلچیوں کو کامیابی نہوئی تو آپنے خود اپنا
ایلچی خاص سواری کے اونٹ پر بھیجا۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اونٹ کے پاؤں
قلم کر دیئے گئے۔ آپنے اس کے بعد حضرت عثمان کو بھیجا۔ جب اُنھوں نے پیام رسالت
ابوسفیان وغیرہ اعیان قریش سے بیان کیا تو جواب دیا کہ تمکو طواف بیت اللہ کی
اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نفرمالیں

میں طواف نہیں کرسکتا۔ طیش میں آکر قریش نے اُنکو نظربند کر دیا۔ لشکر اسلام میں خبر پہنچی کہ
کہ عثمان قتل کر دیے گئے۔ یہ سُنکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب
جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے معاودت ممکن نہیں۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو
جمع فرمایا اور اُنسے مقابلۂ دشمن کی بیعت لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے زیر سایہ
کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا اور دست مُبارک پکڑ کر اقرار کرتا تھا کہ جبتک تن میں
جان ہی دشمن کے مقابلے سے مُنہ نہ موڑونگا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعۃ الرضوان کے
نام سے مشہور ہے۔ اور اسی کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہی:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

یہ بات تحقیق ہی کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوا جس وقت کہ تجھسے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

چونکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے اسلئے آپنے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لیکر اُنکی جانب سے
بیعت کی۔ بعد بیعت معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی۔ اودہر مسلمانوں کا یہ
عزم دیکھکر قریشیوں کے حوصلے پست ہوگئے۔ اور سُہیل نامی قاصد کے زبانی یہ پیام بھیجا کہ اس
سال مسلمان واپس جائیں آیندہ سال داخلۂ مکہ اور زیارت بیت اللہ کی اجازت دیجائیگی۔
اب اگر مسلمان داخل مکہ ہوئے تو ہمکو اندیشہ ہی کہ عرب خیال کرینگے کہ قریش مسلمانوں سے دبگئے
طویل مباحثے کے بعد شرائط صلح طے ہوئیں اور معاہدہ قلمبند ہونے لگا۔ شرائط صلح سے بظاہر کفار کی
کامیابی ثابت ہوتی تھی۔ حضرت عمر کو اس سے اضطراب ہوا اور وہ جھپٹکر حضرت ابوبکر کے پاس
گئے اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکر نے سُنکر جواب دیا:۔

اِلْزِمْ غَرْزَهٗ

آپکی رکاب تھامے رہو۔

لہ الفاظ بیعت میں اختلاف روایت ہی بعض نے موت لکھا ہی بعض نے عدم فرار۔ ۱۲

اس سے بھی اطمینان نہوا تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا آپنے فرمایا کہ میں وحی ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ الغرض حضرت علی نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ صحابۂ کرام کے دستخط ہوئے۔ بعد معاہدہ آپنے اُسی مقام پر ارکان عمرہ ادا فرماکر مدینہ کو مراجعت کی۔ راستہ میں سورۂ الفتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے بڑھکر نہیں ہوئی تھی۔ اب تک مسلمان اور کافر جہاں ملتے تھے لڑنیکے واسطے اب صلح کی وجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے۔ اور کافروں کو احکام اسلام باطمینان سُننے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذرا بھی دانشمند تھے مسلمان ہو گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اسقدر مسلمان ہوئے جسقدر اُس سے پہلے ۱۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ ابن ہشام کا مقولہ ہے کہ امام زہری کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس کے دو سال ہی کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تھے۔

خیبر[1] محرم ۷ھ

حدیبیہ سے مراجعت فرمانے کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے سے زائد مدینہ میں قیام فرمایا اور آخر محرم میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنیکے ارادہ سے خیبر کو تشریف لے گئے۔ خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا ملجاؤ ماوا تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑے اور مختلف قلعوں پر معرکے رہے۔ لشکر اسلام کا بڑا سفید نشان حضرت شیر خدا کے سپرد تھا۔ ایک قلعہ پر حضرت ابو بکر امیر لشکر مقرر ہو کر گئے۔ مگر فتح نہوا دوسرے

[1] خیبر مدینہ سے آٹھ منزل شام کی جانب ہے ۱۲

روز حضرت عمر نے حملہ کیا وہ بھی کامیاب نہوئے۔ تیسرے روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں ایسے شخص کو امیر لشکر بنا کر نشان دونگا جو خدا اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہی اور جو بھاگنے والا نہیں اُس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہو گا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کو نشان ملا اور حملۂ حیدری سے قلعہ سر ہو گیا۔ خیبر صفر ۷ھ میں فتح ہوا۔

فتح مکہ رمضان ۸ھ

جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا کفار قریش نے جلد توڑ ڈالا۔ قبیلۂ خزاعہ پر، جو مسلمانوں کا حلیف (دہم پیمان) تھا، قبیلۂ بنو بکر نے حملہ کیا یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا۔ خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی، انتہا یہ کہ قبیلۂ خزاعہ کو جوار کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی۔ اور حرم کے اندر قتل کئے گئے۔ آخر اُنھوں نے اپنا قاصد فریاد لیکر بارگاہ رسالت میں بھیجا۔ جس وقت ابن سالم اُن کا ایلچی حاضر خدمت ہوا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ ابن سالم نے ایک دردناک نظم پڑھی جس میں مدد کی التجا تھی۔ اور قبیلہ خزاعہ کے مصیبت کی تشریح۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ تمکو مدد ملیگی۔ اسی عرصہ میں دوسرا وفد طلب مدد کے واسطے حاضر ہوا۔ دسویں رمضان المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع دس ہزار لشکر کے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے عم بزرگوار حضرت عباس نے اس کا اندازہ کرلیا تھا کہ اگر کفار نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا تو کیا مصیبت نازل ہوگی۔ اس لئے آگے بڑھکر قریش کی اطاعت کا پیام آپکی خدمت میں پیش کیا جو منظور ہوا۔ اور سب کی جان بخشی کا اعلان فرما دیا گیا۔ چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے امان سے محروم رہے۔ اُن کا نام لیکر فرما دیا گیا کہ اگر کعبہ کے پردوں میں بھی لپٹے ہوئے ملیں تو قتل کر دئیے جائیں۔ اس موقع پر خیال کرنا چاہئے کہ یہ وہ اہل مکہ تھے جنھوں نے تیرہ برس تک انتہائی سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپکو اور آپکے ساتھیوں کو اذیتیں

پہنچائی نہیں وطن سے بے وطن کیا۔ مدینہ میں بھی برسوں چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آج جب دس ہزار جاں نثار ہمرکاب ہیں۔ مکہ کے فتح ہونے اور کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آیا ہی تو شانِ رحمت کا ظہور ہوتا ہی اور بیدریغ دولت امن وامان لٹائی جاتی ہی۔ حکم ہوتا ہے کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں محفوظ۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیں اُن کا خون معاف۔ زرا سوچو ابوسفیان کس کا نام تھا۔ جن لوگوں کی نسبت یہ عتاب تھا کہ خانہ کعبہ کے پردے بھی اُن کو امان وپناہ نہ دیں اُن کی بھی سفارشیں ہوتی ہیں اور خطا معاف ہو جاتی ہی۔ اس واقعۂ عظیم کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھو کہ یورپ کے منصف مزاج مصنف نبی کریم (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کی تصویر ایک ایسے خونخوار شخص کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو جوش انتقام میں بیخود ہو۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر اپنے والد ابو قحافہ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ اُنکو تلقین اسلام فرمائیں۔ آپنے دیکھکر فرمایا کہ ابوبکر تم نے شیخ (بڑے میاں) کو مکان پر رہنے دیا ہوتا میں خود اُن کے پاس چلتا۔ عرض کی یارسول اللہ اُنہی کو آپکی خدمت میں حاضر ہونا چاہئیے تھا۔ آپنے ابو قحافہ کو سامنے بٹھایا اور سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "اَسلِم"۔ اسلام لے آؤ۔ ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

حنین فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا اور وہ ہمیشہ کے واسطے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ لیکن نواحِ مکہ میں ہنوز جوشِ مخاصمت برپا تھا۔ قبیلۂ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا۔ ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے اور سب نے ملکر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کا عہد کیا۔

---

[۱] حنین ایک وادی مکہ سے تین منزل ہے ۱۲

دُرید نے (جو ایک اہل الرائے سن رسیدہ شخص تھا) مالک کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے مگر مطلق اثر نہوا جب آپکو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی تو آپنے حضرت عبداللہ اسلمی کو دریافت حال کے واسطے بھیجا۔ اُنھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ قبائل ہوازن وغیرہ پوری طرح آمادۂ پیکار ہیں۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کوچ کا حکم دیا۔ علاوہ اُن دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکہ بھی ساتھ ہوئے۔ اس طرح بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت رکاب سعادت میں تھی وادی حنین میں مقابلہ ہوا قبائل کے لشکر مخالف کے عزم و ثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک دیوار آہنیں معلوم ہوتا تھا۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا مسلمانوں کے قدم اوّل ہی حملے میں اُکھڑ گئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اُس وقت آپکی خدمت میں صرف چند مہاجرین و انصار حاضر تھے باقی تمام لشکر متفرق ہوگیا تھا۔ منجملہ حاضرین حضرت ابوبکر و حضرت عمر تھے۔ اہل بیت میں سے حضرت علی۔ حضرت عباس۔ حضرت فضل بن عباس حضرت اسامہ بن زید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی حضرت ام ایمن کے بیٹے حضرت ایمن (جو اُسی روز شہید ہوئے) حاضر تھے حضرت عباس آپکے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے۔ وہ نہایت جسیم اور بلند آواز تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ باآواز بلند پکارو: "یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرہ" اس ندا کے سامنے سارے تفرقے اور ابتری نے سپر ڈالدی۔ ادہر عم رسول نے باآواز بلند پکارا "یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرہ" اودہر "لبیک لبیک" کی صدا سے جنگل گونج اُٹھا۔ گلہ نے اپنے راعی کی آواز پہچان لی اب بیتابی کا یہ عالم ہے کہ اونٹ قابو میں نہ آئے تو سب نے آہنی زرہیں اُتار اُتار کر اُنکی گردنوں پر ڈالدیں ہلکے ہو ہو کر کودے۔ اور شمشیر بکف پروانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ)

کے گرد جمع ہوگئے۔ جس وقت سو آدمی فراہم ہوگئے ہلہ کا حکم دیا گیا۔ اُن کی جانبازی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی۔ حضرت شیر خدا اور ایک انصاری نے ملکر دشمن کے نشان بردار پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے وہ گرا تو انصاری نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کر دیا۔ اسی عرصے میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہوگئی اور میدان اعدا سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصہ لوٹکر میدان میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ قیدی مشکیں کسے میدان میں پڑے تھے۔

تبوک[1] رجب ۹ھ

اسلام کی آب و تاب اب دور دور تک نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی اور کفر کے حلقوں میں تہلکہ بڑھتا گیا۔ پرخاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے گزر کر روم تک جا پہنچا۔ اسی سلسلے میں فتح مکہ سے پہلے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی۔ جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے اسی معرکے میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما) اب مدینہ خبر پہنچی کہ خود ہرقل روم باتفاق نصارائے عرب حملہ پر آمادہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر کے دفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مہم ایک بڑی سلطنت کے مقابلے پر تھی اور منزل دور و دراز عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام جیش العسرۃ (مصیبت کا لشکر) ہے سب پر طرہ یہ کہ موسم کھجوروں کے پختہ ہونے کا تھا اس موسم میں اہل مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں درختوں کے نیچے کھجوریں جمع کرتے احباب کے ساتھ ملکر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اُٹھایا اور دل کھولکر مسلمانوں میں تفرقہ۔ اور مہم میں خلل ڈالا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] تبوک شام کا سرحدی شہر مدینہ سے قریباً ڈیڑھ سو میل ہے۔

مسلمان دولتمندوں کو تیاری لشکر میں مدد دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت عمر نے خود بیان کیا ہی کہ جس وقت لشکرِ تبوک کی انفاق (چندہ) کا ارشاد ہوا اُس وقت میں خوب مالدار تھا میں نے دل میں کہا کہ اگر ابوبکر سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو وہ یہی موقع ہی۔ گھر گیا اور بہت سا مال لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا فرمایا عمر بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا۔ جواب دیا اسیقدر۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنا انفاق (چندہ) پیش کیا۔ استفسار ہوا ابوبکر بال بچوں کے لئے کیا رکھا۔ عرض کی:۔

اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اُن کے واسطے اللہ اور اُس کا رسول رکھ لیا ہی۔

(یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا) یہ سُنکر حضرت عمر نے کہا کہ میں ابوبکر سے کبھی بازی نہیں لیجا سکتا۔ لشکر تبوک کے جائزہ اور امامت کا منصب اور بڑا نشان حضرت ابوبکر کے سپرد تھا۔ فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ تبوک پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی یوحنا حاکم ایلیا[1] نے حاضر ہوکر صلح کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان صلح عطا فرمایا اور مع الخیر مدینہ کو معاودت فرمائی۔

حج ۹ھ | ذی حجہ ۹ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ حج مکہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر امیر حج مقرر ہوئے۔ اسلام میں یہ پہلے امیر حج ہیں۔ بیس جانور قربانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور پانچ خود اُن کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا۔ اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا اُس کے بعد مشرکوں کے واسطے داخلۂ حرم ممنوع ہوگیا۔ اسی حج کے زمانے میں سورۂ برأت کی تبلیغ حضرت علی مرتضیٰ نے باآواز بلند متواتر منجانب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی:۔

[1] ایلیا شہر بیت المقدس ۱۲

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ

سنہ ۱۰ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا چونکہ یہ حج آپکا آخر حج تھا اور خطبے میں آپنے اس کا اعلان فرمادیا تھا۔ اسلئے اس کا لقب حجۃ الوداع ہی۔ معاودت فرمانیکے بعد مزاج اقدس ناساز ہوا۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں علالتِ وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک روز نصف شب کے وقت آپ گورستانِ بقیع کو (جہاں آپکے رفقا دفن ہیں) تشریف لیگئے۔ ابو مُوَیْہِبَہ آپکے غلام سے روایت ہی کہ اُس شب کو مجھکو یاد فرماکر ارشاد کیا کہ اہل بقیع کے واسطے دعاے مغفرت کرنیکا حکم مجھکو ہوا ہی تم ہمراہ چلو۔ چنانچہ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط میں قیام فرماکر کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْمَقَابِرِ لِیَھْنِیٔ لَکُمْ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْہِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْہِ تَتْبَعُ اٰخِرُھَا اَوَّلَھَا۔ اَلْاٰخِرَۃُ شَرٌّ مِنَ الْاُوْلٰی۔

اے بقیع کے قبروں میں سونے والو تم جس حال میں ہو وہ بہت اچھا ہی اُس حال سی جسمیں زندہ انسان ہیں۔ تاریک رات کے حصوں کی طرح فتنے چلے آرہے ہیں پچھلا فتنہ اگلے کو نگلے لیتا ہی اور اگلے سے پچھلا بد تر ہی۔

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے ابو موہیبہ میرے سامنے دُنیا کا ابدی قیام اُس کے خزانوں کی کنجیاں اور جنت پیش کی گئی۔ میں نے اپنے رب کے دیدار اور جنت کو انتخاب کرلیا۔ میں نے کہا میری ما باپ آپ پر قربان۔ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں کا ابدی قیام پسند فرمالیجیے۔ آپنے فرمایا نہیں میں لقاء ربانی اور جنت پسند کرچکا۔ یہ فرماکر اہل بقیع کو مغفرت کی دعا کی اور دولتخانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ حجرے میں پہنچے تو حضرت عائشہ کے سر میں درد تھا آپنے فرمایا میرے سر میں بھی درد ہی۔ یہی آغاز مرض تھا۔ جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ دوران مرض میں بھی حسب معمول آپ باری باری سے ازواج مطہرات کے یہاں

اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم

قیام فرماتے رہے۔ جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی تو سب بیبیوں کو جمع فرماکر ایام مرض میں حضرت عائشہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی۔ بعد اجازت حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس کے شانوں پر دست مبارک رکھکر حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے سر بندھا ہوا تھا اور پاؤں فرط ضعف سے زمین پر کھنچے جاتے تھے۔ زمانۂ علالت میں ایک روز مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھکر اول شہدائے اُحد کے واسطے دعائے مغفرت کی اُس کے بعد فرمایا:۔

إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ۔

یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار کو دیا کہ وہ دنیا اور قرب الٰہی میں سے جسے چاہے پسند کرلے اُس نے اللہ کے قرب کو پسند کرلیا۔

حضرت ابوبکر فراست ایمانی سے اس قول کی تہ کو پہونچگئے رونے لگے اور کہا:۔

بَلْ نَفْدِيكَ بِأَنْفُسِنَا وَآبَائِنَا

نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قربان کرینگے۔

آپنے سُنکر ارشاد فرمایا:۔

عَلَى رِسْلِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ۔

ابوبکر سنبھلو۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جسقدر مکانوں کے دروازے صحن مسجد میں ہیں وہ سب بند کردیئے جائیں مگر ابوبکر کے گھر کا دروازہ بدستور رہے۔ یہ کہکر فرمایا:۔

فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَفْضَلَ فِي الصُّحْبَةِ عِنْدِي يَدًا مِنْهُ فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ صُحْبَةٌ وَإِخَاءُ إِيمَانٍ

میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار احسانات کے ابوبکر سے افضل ہو پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا۔ مگر یہ صرف رفاقت اور اخوۃ ایمانی ہے

؎ انبیاء اور صدیقین کے قلب میں جو عظمت اور محبت خداوند تعالیٰ کی ہوتی ہے اُس کے ساتھ کسی دوسرے کی محبت

حَتّٰی یَجۡمَعَ اللّٰہُ بَیۡنَنَا عِنۡدَہٗ۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ ہمکو اپنے پاس جمع کرے۔

اس کے بعد مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں جب مرض کو اور زیادہ شدت ہوئی تو آپنے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو نماز کی امامت کریں یہ سُنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ:-

رَجُلٌ رَقِیۡقٌ ضَعِیۡفُ الصَّوۡتِ کَثِیۡرُ الۡبُکَاءِ اِذَا قَرَأَ الۡقُرۡاٰنَ۔ وہ ایک نرم دل کمزور آواز کے آدمی ہیں جب قرآن پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اُٹھا سکیں گے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر کر دوبارہ حکم فرمایا۔ چنانچہ پنجشنبہ کی عشا کے وقت سے حضرت صدیق نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیات مبارک میں پڑھائیں۔ دوشنبہ کو نماز صبح کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اُٹھا کر باہر تشریف لائے۔ درد سر کی شدت کی وجہ سے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھکر چہرہ مبارک فرط مسرت سے دمکنے لگا۔ آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے رستہ دیدیا۔ حضرت ابوبکر سمجھ گئے کہ آنحضرت تشریف لاتے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپنے پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا صَلِّ بِالنَّاسِ۔ نماز پڑھاؤ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ بعد نماز باواز بلند (جو مسجد کے باہر تک جاتی تھی) وعظ ارشاد فرمایا۔ اُس میں یہ جملے بھی تھے:-

اَیُّھَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَاَقۡبَلَتِ الۡفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیۡلِ الۡمُظۡلِمِ وَاِنِّیۡ وَاللّٰہِ مَا تُمۡسِکُوۡنَ عَلَیَّ بِشَیۡءٍ لَمۡ اُحِلَّ اِلَّا مَا اَحَلَّ الۡقُرۡاٰنُ وَلَمۡ اُحَرِّمۡ اِلَّا مَا حَرَّمَ الۡقُرۡاٰنُ۔

اے لوگو آگ روشن کی گئی اور فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح چلے آتے ہیں۔ اور قسم ہے رب کی میرے ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں ہے میں نے وہی حلال بتایا جسکو قرآن نے حلال کیا اور وہی حرام بتایا جس کو قرآن نے حرام کیا۔

جب کلام مبارک ختم ہولیا تو حضرت ابوبکر نے عرض کی اے اللہ کے نبی آج تو خدا کے فضل و کرم سے آپ
ایسے اچھے ہیں جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بنت خارجہ[1] کے یہاں جانے کی باری ہے
اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپ نے اجازت فرمائی۔ پھر آپ دولتخانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق
اکبر سنح کو چلے گئے۔ اُس کے بعد بھی کچھ عرصے تک مزاج مبارک درست رہا۔ چنانچہ جب حضرت
علی مرتضیٰ آپ کے پاس سے باہر آئے اور لوگوں نے خیریت دریافت کی تو جواب دیا۔

اصبح بحمد اللہ بارئاً — آج صبح سے خدا کا شکر ہے صحت ہے

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی آغوش
میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اسی اثنار میں آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہاتھ میں مسواک
دیکھی اور اُس کو بنظر رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے منشار مبارک سمجھکر مسواک اُن کے
ہاتھ سے لے لی پہلے خود چبا کر نرم کی پھر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُسکو پیش
کیا آپ نے مسواک لیکر پوری قوت کے ساتھ دندان مبارک پر پھیری اور پھیرنے کے بعد رکھدی
بعد مسواک جب آپ کے بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا تو حضرت عائشہ نے چہرۂ اقدس کی طرف
دیکھا۔ پتلیاں چڑھگئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اے اللہ مقام رفیق اعلیٰ میں پہنچا۔

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر رحلت فرمائی۔ بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ وقت
چاشت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ صدیق اکبر نے اس سانحۂ ہوش رُبا کی خبر سُنی تو
فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے دروازہ پر پہنچکر گھوڑے سے اُترے۔ حضرت عمر مسجد
میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے کسی جانب التفات نہیں کیا اور سیدھے

---

[1] حضرت ابوبکر کی بی بی تھیں جو سنح میں رہتی تھیں۔

حجرۂ مبارک میں پہنچے۔ چہرۂ انور سے بُردِ یمانی ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ ذُقْتَہَا ثُمَّ لَنْ یُّصِیْبَکَ بَعْدَھَا مَوْتَۃٌ اَبَدًا	آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپکی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں۔ جو موت آپکے حق میں اللہ نے لکھدی تھی اُس کا ذائقہ آپنے چکھ لیا اب اسکے بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔

یہ کہکر چادر اطہر ڈھک دی اور باہر آئے۔ اُس وقت حضرت فاروق مجمع سے مخاطب ہو کر کہرہے تھے "منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی واللہ وفات نہیں پائی ہے بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب رہکر واپس آگئے تھے حالانکہ اُنکی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پاگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کرینگے اور اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپنے رحلت کی۔" حضرت ابو بکر نے یہ کلام سُنا تو کہا اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ نہوئے تو حضرت صدیق نے خود سلسلہ گفتگو شروع کردیا۔ حاضرین حضرت عمر کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ صدیق اکبر نے پہلے حمد و ثنا بیان کی اُس کے بعد کہا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ	اے لوگو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ محمد نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا (خدا کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول اُنسے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مرجائینگے یا قتل کردیئے جائینگے تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو شخص برگشتہ

يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ہوجائیگا وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دیگا۔

اس آیۂ پاک کو سنکر لوگ چونک پڑے اور گویا اُن کو یاد آگیا کہ یہ آیۂ بھی نازل ہوئی ہے بروایت حضرت ابوہریرہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اس آیۂ کو سنکر میرے پاؤں ٹوٹ گئے۔ کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی میں زمین پر گرگیا۔ اور مجھکو یقین ہوگیا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔[1]

باب دوم خلافت

سقیفہ بنی ساعدہ

اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں فراہم ہوکر خلافت کے بارہ میں مشورہ کررہے ہیں۔ اگر تمکو اُمت کے بچانے کی ضرورت ہے تو بچالو قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکلجائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہمکو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں صاحب روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت ابوعبیدہ بھی شامل ہوگئے۔ آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں جاتے ہو۔ فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے جلسے میں انصاریوں نے کہا وہاں نجائیے مہاجرین

---

[1] ایام خلافت میں ایک مرتبہ فاروق اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا اُس کا منشا یہ آیۂ تھی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ میں اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت میں آخر وقت تک قیام فرماکر اُس کے اعمال کی شہادت ادا فرمائینگے۔

کو اپنا معاملہ خود طے کرلینا چاہیے حضرت عمر نے قسم کھاکر کہا ہم ضرور جائیں گے۔ اس موقع پر یہ بیان کردینا مناسب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا جب انصار سقیفہ میں جمع ہولیے تو سب سے اوّل حضرت سعد بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا:-

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَكُمْ سَابِقَةٌ فِي الدِّيْنِ وَفَضِيْلَةٌ فِي الْاِسْلَامِ لَيْسَتْ لِقَبِيْلَةٍ مِنَ الْعَرَبِ، اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِثَ بِضْعَ عَشَرَةَ سَنَةٍ فِي قَوْمِهِ يَدْعُوْهُمْ اِلَى عِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ وَخَلْعِ الْاَنْدَادِ وَالْاَوْثَانِ فَمَا آمَنَ بِهِ مِنْ قَوْمِهِ اِلَّا رِجَالٌ قَلِيْلٌ وَكَانَ مَا كَانُوْا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يَمْنَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ يُعِزُّوْا دِيْنَهٗ، وَلَا اَنْ يَدْفَعُوْا عَنْ اَنْفُسِهِمْ ضَيْمًا عَمُّوْا بِهٖ حَتّٰى اِذَا اَرَادَ بِكُمُ الْفَضِيْلَةَ سَاقَ اِلَيْكُمُ الْكَرَامَةَ وَخَصَّكُمْ بِالنِّعْمَةِ، فَرَزَقَكُمُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ وَالْمَنْعَ لَهٗ وَلِاَصْحَابِهٖ وَالْاِعْزَازَ لَهٗ وَلِدِيْنِهٖ وَالْجِهَادَ لِاَعْدَائِهٖ وَكُنْتُمْ اَشَدَّ النَّاسِ عَلٰى عَدُوِّهٖ مِنْكُمْ وَاَثْقَلَهٗ عَلٰى عَدُوِّهٖ مِنْ غَيْرِكُمْ حَتَّى اسْتَقَامَتْ

اے گروہ انصار تمکو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس رہکر اُس کو خدا کی عبادت اور بُت پرستی کے ترک کی جانب بلاتے رہے مگر باستثنائے قلیل اُن کی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لائے اُنھیں اتنی قوت نہ تھی کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز بڑھاتے اور اپنے آپ سے ظلم اعدا کو دفع کرتے جس میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا کہ تمکو عزت دے تو اُس نے تمکو شرف بخشا فضیلت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور اُن کے اصحاب کی حفاظت کرو اُن کا اور اُن کے دین کا اعزاز بڑھاؤ اور اُن کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم اُن کے دشمنوں پر، خواہ وہ تم میں سے تھے یا تمھارے غیر، سب سے زیادہ سخت اور بھاری ہوگئے یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم الٰہی کے سامنے طوعاً و کرہاً

الْعَرَبُ لِأَمْرِ اللّٰهِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ أَعْطَى الْبَعِيدُ الْمَقَادَةَ صَاغِرًا دَاخِرًا حَتّٰى أَثْخَنَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِرَسُوْلِهٖ بِكُمُ الْأَرْضَ وَدَانَتْ بِأَسْيَافِكُمْ لَهُ الْعَرَبُ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ وَبِكُمْ قَرِيْرُ عَيْنٍ اِسْتَبِدُّوْا بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ، فَإِنَّهُ لَكُمْ دُوْنَ النَّاسِ

جھک گئے۔ اور تمہارے تلواروں نے عرب کو فرماں بردار بنا دیا اور تمہارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ نے سرزمین عرب کو مطیع۔ خداوند تعالیٰ نے اُن کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) وفات دی اور وہ تم سے راضی وخوش تھے (خلافت کی نسبت) پورا اصرار کرو وہ تمہارا حق ہے نہ اوروں کا۔

اس خطبے کے ختم ہونے پر تمام مجمع نے تحسین کی اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کرینگے۔ تم ہم میں سے سربرآوردہ ہو اور صلحائے مومنین کے محبوب۔ اس کے بعد باہم بحث وگفتگو ہوتی رہی۔ دوران بحث میں کسی نے کہا کہ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہم مہاجرین اور اولین صحابہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعویٰ کرتے ہو تو ہمارا جواب کیا ہوگا۔ اس پر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دینگے۔

اِذًا مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ

اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے

اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت سعد نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر ابوعبیدہ وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے حضرت عمر نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہ "اس طرح کیوں لیٹے ہیں۔" بیمار ہیں" اس سوال و جواب کے بعد تینوں حسب منشا بیٹھ گئے ان کے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے انصار کے حقوق وفضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیئے جب اُن کے سب خطیب سلسلہ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمر نے خطبہ دینا چاہا جسکو پہلے سے

سوچ چکے تھے) حضرت ابوبکر نے کہا ٹھہرو وہ رُک گئے۔ صدیق اکبر نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اوّل حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا۔

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً رَسُوْلاً إِلٰى خَلْقِهٖ وَشَهِيْداً عَلٰى اُمَّتِهٖ لِيَعْبُدُوا اللهَ وَيُوَحِّدُوْهُ، وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ آلِهَةً شَتّٰى وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ عِنْدَهٗ شَافِعَةٌ وَلَهُمْ نَافِعَةٌ، اِنَّمَا هِيَ مِنْ حَجَرٍ مَنْحُوْتٍ وَخَشَبٍ مَنْجُوْرٍ ثُمَّ قَرَأَ ،، وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ،، وَقَالُوْا ،، مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللهِ زُلْفٰى،، فَعَظُمَ عَلَى الْعَرَبِ اَنْ يَتْرُكُوْا دِيْنَ آبَاءِهِمْ فَخَصَّ اللهُ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ قَوْمِهٖ بِتَصْدِيْقِهٖ وَالْاِيْمَانِ بِهٖ وَالْمُوَاسَاةِ لَهٗ وَالصَّبْرِ مَعَهٗ عَلٰى شِدَّةِ اَذٰى قَوْمِهِمْ لَهُمْ وَتَكْذِيْبِهِمْ اِيَّاهُمْ وَكُلُّ النَّاسِ لَهُمْ مُخَالِفٌ زَارٍ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَوْحِشُوْا لِقِلَّةِ عَدَدِهِمْ

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمد کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور اُنکی اُمت کے واسطے راہنما بناکر بھیجا اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اُسکی توحید کا اقرار کریں حالت یہ تھی کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس خیال خام سے پوجتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے اُن کے شفیع بنکر نفع پہنچائیں گے۔ ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لئے گئے تھے۔ (پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے) اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اُنکی پرستش صرف اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا قرب بارگاہ الٰہی میں بڑہائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنا دین آبائی کا چھوڑنا گراں گزرا اُس وقت اللہ نے رسول کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ اُنھوں نے آپکی تصدیق کی ایمان لائے خدمت کے لئے کمربستہ ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں اس حالت میں کہ تمام آدمی اُن کو جھٹلاتے تھے اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اس سے باوجود

وشنف الناس لهم واجماع قومهم عليهم فهم اول من عبد الله فى الارض وامن بالله وبالرسول وهم اولياءه وعشيرته واحق الناس لهذا الامر من بعده ولا ينازعهم فى ذلك الا ظالم وانتم يا معشر الانصار من لا ينكر فضلهم فى الدين ولا سابقتهم العظيمة فى الاسلام رضيكم الله انصارا لدينه ورسوله وجعل اليكم هجرته وفيكم جلة ازواجه واصحابه فليس بعد المهاجرين الاولين عندنا بمنزلتكم فنحن الامراء وانتم الوزراء لا تفتاتون بمشورة ولا تقضى دونكم الامور۔

اپنی قلت اور دشمنوں کی سختی کے گھبرائے نہیں لہذا یہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اول روئے زمین پر اللہ کی عبادت کی اللہ اور رسول پر ایمان لائے اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار سوائے ظالم کے اس معاملہ میں ان سے کوئی شخص نزاع نہیں کرسکتا اور اے معشر انصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی سبقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ تمکو اللہ نے اپنے دین اور رسول کی مدد کے واسطے انتخاب کیا اپنے رسول کو تمہاری پناہ میں ہجرت کے بعد بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر ازواج واصحاب تم میں سے ہیں لہذا مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے پس ہم امرا ہوں تم وزرا۔ تم اپنے مشورہ پر ہٹ مت کرنا ہم بغیر تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کرینگے

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا:۔

وقد رضیت لکم احد هذین الرجلین ایهما شئتم۔

میں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب کرتا ہوں۔

یہ کہکر حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخرکار حضرت ابو عبیدہ نے کہا

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ اَوَّلُ مَنْ نَصَرَ وَاٰزَرَ فَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ مَنْ بَدَّلَ وَتَغَيَّرَ۔	اے گروہ انصار تم نے مدد اور قوت پہنچانے میں سبقت کی تھی لہٰذا تغیر و تبدل کرنے میں سبقت نہیں کرنے چاہیئے۔

یہ سنکر دو جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے اپنے فریق کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَاِنَّ الْاِمَامَ يَكُوْنُ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَحْنُ اَنْصَارُهٗ كَمَا كُنَّا اَنْصَارَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمرۂ مہاجرین میں تھے پس ضرور ہے کہ امام بھی مہاجرین میں سے ہو، اور ہم اس کے اسی طرح مددگار رہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا:۔

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ كُنَّا اَوْلٰى فَضِيْلَةً فِيْ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَابِقَةً فِيْ هٰذَا الدِّيْنِ مَا اَرَدْنَا بِهٖ اِلَّا رِضَاءَ رَبِّنَا وَطَاعَةَ نَبِيِّنَا وَالْكَدْحَ لِاَنْفُسِنَا فَمَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَسْتَطِيْلَ عَلَى النَّاسِ بِذٰلِكَ وَلَا نَبْتَغِيْ بِهٖ مِنَ الدُّنْيَا عَرَضًا فَاِنَّ اللّٰهَ وَلِيُّ الْمِنَّةِ عَلَيْنَا بِذٰلِكَ اَلَا اِنَّ	اے گروہ انصار اگر ہمنے مشرکوں کے جہاد میں سب سے زیادہ فضیلت حاصل کی اور دین میں عزت تو اس سے مقصود صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی اطاعت اور خود اپنے لئے کسب عمل تھا ہمکو روا نہیں کہ ہم اس کو دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بناویں نہ اس کے عوض ہمکو جاہ دنیا طلب کرنا چاہیئے خدا ہمکو اس کی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے اُن کی قوم اُن کے جانشینی کی سب سے

مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُرَيْشٍ وَقَوْمُهُ اَحَقُّ بِهٖ وَاَوْلٰى وَاَيْمُ اللّٰهِ لَا يَرَانِيَ اللّٰهُ اُنَازِعُهُمْ هٰذَا الْاَمْرَ اَبَدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُنَازِعُوْهُمْ۔

زیادہ مستحق واہل ہی۔ میں باالقسم کہتا ہوں کہ خدا مجھکو کبھی نہ دیکھے گا کہ میں اُن سے اس بارہ میں نزاع کروں پس تم خدا سے ڈرو اور اُن سے جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابو بکر نے کہا کہ عمر اور ابو علیدہ موجود ہیں اُن میں سے جس سے چاہو بعیت کرلو۔ دونو نے کہا۔

لَا وَاللّٰهِ لَا نَتَوَلّٰى هٰذَا الْاَمْرَ عَلَيْكَ فَاِنَّكَ اَفْضَلُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ وَخَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةُ اَفْضَلُ دِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ فَمَنْ ذَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَتَقَدَّمَكَ اَوْ يَتَوَلّٰى هٰذَا الْاَمْرَ عَلَيْكَ اُبْسُطْ يَدَكَ نُبَايِعْكَ

نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر سبقت نہیں کرسکتے تم افضل مہاجرین ہو رسول اللہ کے رفیق غار اور خلیفہ نماز ہو اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے بڑھکر ہے پس یہ کسکو زیبا ہی کہ وہ تم پر مقدم ہو یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت کا متولی بنے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بعیت کرتے ہیں۔

جس وقت ان دونوں صاحبوں نے حضرت ابو بکر کی بعیت کا ارادہ کیا حضرت بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کر کے سب سے اول بعیت کی۔ اُنکے بعد حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بعیت ہو ٹوٹ پڑا اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے کُچل نہ جائیں۔ جب بعیت کی خبر جلسہ کے باہر پہنچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے

لگے یہانتک کہ گلیاں اُنکے ہجوم سے بھر گئیں - یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ

اگلے روز سہ شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے۔ اوّل حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:-

كُنْتُ اَرْجُوْاَنْ يَعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَدْبُرَنَا فَاِنْ يَّكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَانِيْ اثْنَيْنِ وَاِنَّهٗ اَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِاُمُوْرِكُمْ فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ۔

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک زندہ رہینگے لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو تمہارے پاس وہ نور موجود ہے (قرآن) جو تمکو وہ راستہ دکہائیگا جس پر اللہ نے اپنے رسول کو چلایا تھا۔ اور ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رفیق غار ہیں اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے اہل ہیں اب بڑھو اور اُنسے بیعت کرو

حضرت عمرؓ نے کلام بالا ختم کر کے حضرت ابو بکرؓ سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھیے مگر وہ انکار کرتے رہے - آخر حضرت فاروقؓ کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابو بکرؓ منبر پر بیٹھے لیکن اُس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی - (فبایعہ الناس عامۃً) بعد بیعت حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبۂ خلافت دیا۔ اول حمد وثنا الٰہی بیان کی پھر کہا:-

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَوَاللّٰهِ مَا
كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا
لَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ رَاغِبًا فِيهَا
وَلَا سَأَلْتُهَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي سِرٍّ
وَعَلَانِيَةٍ وَلٰكِنِّي أَشْفَقْتُ مِنَ
الْفِتْنَةِ وَمَا لِي فِي الْإِمَارَةِ مِنْ
رَاحَةٍ وَلٰكِنْ كُلِّفْتُ أَمْرًا عَظِيمًا
مَا لِي بِهِ طَاقَةٌ وَلَا يَدَ إِلَّا
بِتَقْوِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوَدِدْتُ
أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِي
الْيَوْمَ إِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ
وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ فَإِنْ أَحْسَنْتُ
فَأَعِينُونِي وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي
الصِّدْقُ أَمَانَةٌ وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ
وَالضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي
حَتَّى أُزِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ
وَالْقَوِيُّ مِنْكُمْ ضَعِيفٌ حَتَّى
آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا يَدَعُ
قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

بعد حمد الہی اے آدمیو واللہ مجھکو ہرگز امیر بننے
کی حرص نہ کبھی دن میں تھی نہ رات میں اور
نہ میرا میلان اُس کی جانب تھا اور نہ مینے
اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ اُس کے لیے
دعا کی البتہ مجھکو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ
نہ اُٹھ کھڑا ہو مجھکو حکومت میں کچھ راحت
نہیں ہی بلکہ مجھکو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف
دی گئی ہی جس کے برداشت کی مجھہ میں طاقت
نہیں اور نہ وہ بدون اللہ عزوجل کی مدد
کے قابو میں آسکتا ہی میری بضرور یہ آرزو
تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی
ہوتا یہ تحقیق ہی کہ میں تمہارا امیر بنایا گیا اور مین
تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہِ راست
پر چلوں مجھکو مدد دو اگر بے راہ چلوں
مجھکو سیدھا کرو۔ صدق امانت ہی اور
کذب خیانت جو تم میں کمزور ہی وہ میرے
نزدیک قوی ہی انشاء اللہ اُسکا حق دلوا دونگا
اور تم میں جو قوی ہی وہ میری نظر میں کمزور
ہی اُس سے انشاء اللہ حق لیکر چھوڑونگا

اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ وَلَا تَشِیْعُ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِیْ عَلَیْکُمْ قُوْمُوْا اِلٰی صَلٰوتِکُمْ یَرْحَمُکُمُ اللّٰهُ

جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بےحیائی کا رواج ہو جاتا ہے اُسپر عام طور پر عذاب الہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اُسکے رسول کی نافرمانی کروں تمکو میری اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ اب نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ خدا تم پر رحم فرمائے۔

بعد بیعت خلیفہ رسول اللہ لقب ہوا۔ ایک موقع پر کسی نے خلیفۃ اللہ کہکر مخاطب کیا تو کہا میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے میں خوش ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں یعنی خلافت پر ایک لطیف بحث لکھی ہے اگرچہ اُسکی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا خلاصہ عام فہم پیرایہ میں یہاں بھی لکھدیا جائے۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ بعد بعثت آپنے جن امور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا اگر اُن سب کا استقرا کر کے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلی ہو تو ثابت ہوگا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی۔ یہ جنس اعلی ہے اُسکے

تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں۔ علوم[1] دین کا احیار (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد ہی قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت۔ ارکان[2] اسلام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا قیام واستحکام۔ لشکر[3] اسلام کی آراستگی ودرستی۔ امرا لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام۔ مقدمات[4] کا انفصال۔ قاضیوں[5] کا تقرر۔ امر بالمعروف (عمدہ افعال واوصاف کا حکم دینا اور اُنکو رائج کرنا) ونہی عن المنکر (بری باتونکو روکنا اور اُنکا انسداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں اُنکی نگرانی کہ پابند حکم رہیں اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔ ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس فرمایا اور اُنکے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے۔ وعظ و نصیحت فرمائی۔ صحابہ کو ممالک میں وعظ و نصیحت کے واسطے بھیجا۔ جمعہ وعیدین و پنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کیے وصول زکوٰۃ کے واسطے عامل مامور کیے۔ وصول شدہ روپیوں کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپکے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کیے جسطرح ۹ھ میں حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی۔ نیز امرار نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات و معاملات فیصل کیے۔ قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ علی ہذا القیاس باقی امور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام وحفاظت کے واسطے ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامت دین کی مذکورہ بالا خدمات کو انجام دے۔

جیشِ اُسامہؓ

مرض وفات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا جسکے سردار حضرت اُسامہ بن زید مقرر فرمائے گئے تھے۔ مدینہ اور نواحِ مدینہ کے سات سو جوان اس مُہم کے لیے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مُہم رومیوں کے مقابلہ پر اس لشکر اسلام کے انتقام لینے کے واسطے مامور ہوئی تھی جسکو رومیوں نے ۸ھ میں بمقام موتہ تباہ کیا تھا۔ مگر آپ کی علالت کی شدت اور وفات کے سبب روانگی نہو سکی۔ حضرت ابو بکر نے بیعت کے دوسرے روز حکم دیا کہ جیش اُسامہ تیار ہو کر روانہ ہو۔ منادی نے ندا دی۔

لِيُتِمَّ بَعْثُ أُسَامَةَ أَلَا لَا يَبْقَيَنَّ بِالْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَى عَسْكَرِهٖ بِالْجُرُفِ۔

اُسامہ کے لشکر کو تیار ہو جانا چاہئے تاکید کیجاتی ہے کہ جو لوگ اس مُہم میں نامزد ہیں اُن میں سے ایک آدمی بھی مدینہ میں نہ رہے اور سب کے سب اپنے پڑاؤ پر بمقام جُرف[1] جمع ہو جائیں۔

یہ پہلا حکم تھا جو حضرت ابو بکر نے بحیثیت خلافت جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر چھاؤنی مین جمع ہوا اور اُس کی روانگی عمل میں آئے عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی سرکشی کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھا۔ مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ مصیبت عظمیٰ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کا سروں سے اُٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب میں ارتداد پھیل رہا تھا یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھکر سرکشی شروع کر دی تھی اُسپر طرہ مسلمانوں کی قلت۔ دشمنوں کی کثرت۔ صحابی جلیل القدر حضرت عبد اللہ

[1] جُرف مدینہ کے باہر ایک میدان تھا۔ ۱۲

بن مسعود کا قول ہے کہ اُس وقت مسلمان بکریوں کے اُس گلہ سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہجائے۔ ان حالات پر نظر کر کے صحابہ کرام نے امیر المومنین سے کہا کہ جو آدمی لشکر اُسامہ میں جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ و منتخب افراد ہیں عرب کی حالت آپکی نگاہ کے سامنے ہے اس صورت میں مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ ظَنَنْتُ اَنَّ السِّبَاعَ تَخْطَفُنِی لَاَنْفَذْتُ جَیْشَ اُسَامَۃَ کَمَا اَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ لَمْ یَبْقَ فِی الْقُرٰی غَیْرِی لَاَنْفَذْتُہٗ

قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھکو یہ بھی گمان ہوتا کہ درندے مجھکو اٹھا لیجائینگے تو بھی بہ تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ کا لشکر ضرور بھیجتا اگر بستیوں میں سوائے میرے ایک متنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم یقیناً دیتا۔

اسکے بعد بہ خیال مزید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا اور تیاری لشکر کی تاکید کی۔ جب تمام لشکر جرف کے پڑاو پر جمع ہو گیا تو حضرت اُسامہ امیر عسکر نے حضرت عمر کی زبانی حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ مجھکو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفار خلیفہ رسول اللہ۔ حرم نبوی اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑینگے اسلیے اگر آپ اجازت دیں تو میں معہ لشکر مدینہ چلا آؤں اسی کے ساتھ انصار نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ لشکر روانہ ہی کریں تو بجائے اُسامہ[1] کے کسی سن رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔ پہلا پیام سنکر حضرت ابوبکر نے قریباً وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا۔ جب حضرت

[1] حضرت اُسامہ کا سن اُسوقت اُنیس برس کا تھا۔

عمر نے انصار کا پیام سنایا تو حضرت صدیق غصے سے بیتاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا
تمکو موت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ کو امیر لشکر بنایا تم مجھکو ہدایت کرتے ہو
کہ میں اُسکو معزول کروں۔ اس جواب کے بعد جرف کے پڑاؤ پر خود گئے اور رخصت
کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا تو حضرت اُسامہ گھوڑے پر سوار تھے۔
حضرت ابوبکر پیادہ پا ساتھ ساتھ چل رہے تھے خلیفہ کا کوتل گھوڑا حضرت عبدالرحمن
بن عوف کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اُسامہ نے حضرت ابوبکر سے کہا یا آپ
سوار ہولیں یا مجھکو پیادہ چلنے کی اجازت دیں جواب دیا کہ نہیں سوار ہونگا نہ
تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملیگی اگر میں ایک ساعت راہِ خدا میں اپنے قدم خاک
آلود کروں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں جو قدم رکھتا ہے اُسکے
بدلے میں سات سو درجے بلند کیے جاتے ہیں سات سو گناہ معاف ہوتے
ہیں۔ سات سو نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اسکے بعد لشکر کو مخاطب
کر کے فرمایا:-

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قِفُوا اُوصِيكُمْ
بِعَشْرٍ فَاحْفَظُوهَا عَنِّي:- لَا تَخُونُوا
وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا
وَلَا تَقْتُلُوا طِفْلًا وَلَا شَيْخًا
كَبِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا
تَعْقِرُوا نَخْلًا وَلَا تُحَرِّقُوهُ
وَلَا تَقْطَعُوا الشَّجَرَةَ الْمُثْمِرَةَ وَلَا

اے آدمیو کھڑے ہو جاؤ میں تم کو دس حکم
دیتا ہوں اُن کو میری جانب سے اچھی طرح یاد رکھنا
خیانت نکرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی
مت کرنا۔ کسی شخص کے اعضا مت کاٹنا۔
کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل مت کیجیو۔
کھجور یا اور کسی میوہ دار درخت کو نہ کاٹیو اور
نہ جلائیو۔ بکری گائے یا اونٹ کو سوائے

تَذبحوشاۃً ولا بقرۃً ولا بعیرًا الا لماکلۃ وسوف تمرون باقوامٍ قد فرغوا انفسھم بالصوامع فدعوھم وما فرغوا انفسھم و سوف تقدمون علی قومٍ یاتوکم بآنیۃ فیھا الوان الطعام فاذا اکلتم منھا شیئًا بعد شیٔ فاذکروا اسم اللہ علیھا وتلقون اقوامًا قد فحصوا اوساط رؤسھم وترکوا حولھا مثل العصائب فاخفقوا ھم بالسیف خفقًا اندفعوا باسم اللہ افنا لم اللہ بالطعن والطاعون۔

غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے لوگ ملین گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہوکر بیٹھے ہونگے اُنکو اُنکے حال پر چھوڑ دینا۔ اور تمکو ایسے آدمی ملینگے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں رکھکر لائینگے جب تم اِن کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ تو خدا کا نام لیتے جانا۔ (یعنی نعمتیں پاکر خدا کو بھول نہ جانا) اور تم کو ایک ایسی قوم ملیگی جنکے سر کے بال بیچ میں منڈے ہونگے اور پٹے چھوٹے ہونگے اُن کو تازیانہ کی سزا دی جلے۔ خدا کا نام لیکر روانہ ہو خدا تمکو (دشمن کے) حربہ اور طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔

یہ لشکر غرہ ربیع الآخر کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک اُنیس روز بعد) مدینہ سے روانہ ہوا۔ منزل مقصود پر پہنچا اور با ختلاف روایت چالیس دن یا اس سے کسیقدر زائد عرصہ میں ارشادِ نبوی کی تعمیل کر کے مع الخیر واپس آگیا۔ مورخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھاک بندھگئی

اور اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہوتی تو اس لشکر کو مدینہ سے باہر نہ بھیجدیتے۔

ارتداد

فتح مکہ[1] کے بعد کثرت سے قبائل عرب نے اپنے وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ سیرت میں سنہ ۹ھ کا نام "سنۃ الوفود" ہی۔ اسی سلسلہ میں یمن کے زبردست قبیلے بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد مذکور میں مسیلمہ بھی تھا۔ اس میں اختلاف ہی کہ مسیلمہ جمال نبوی کے دیدار سے مشرف ہوا یا نہیں۔ بہرحال یہ وفد مسلمان ہو کر یمن واپس گیا اور اُس کی واپسی پر قبیلۂ بنو حنیفہ اسلام لے آیا۔ سنہ ۱۰ھ کے آخر میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اہل یمن کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ اس سے قبل چھ مہینے تک حضرت خالد بن ولید نے تبلیغ اسلام کی مگر کچھ اثر نہوا۔ حضرت شیر خدا کی آمد کی خبر سُنکر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز باجماعت حضرت علی نے ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہل یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مرتضیٰ نے اُن کو مخاطب کر کے اول حمد و ثنار الٰہی بیان فرمائی اُسکے بعد فرمانِ رسالت سنایا اور تلقین اسلام کی اس تلقین کا یہ اثر ہوا کہ اُسی روز تمام قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ بعد کامیابی حضرت علی مرتضیٰ نے مراجعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام عرفات آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غرض سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ھ میں ملک یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ سنہ ۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی

[1] مکہ سنہ ۸ھ کے آخری حصہ میں فتح ہوا۔

اور آپنے اُسکے وصول کے واسطے عمال مختلف اطراف عرب میں مقرر فرمائے یمن میں باذان کو بدستور سابق تمام یمن کا عامل رکھا۔ حجۃ الوداع میں باذان[1] کی وفات کی خبر پہنچی اور آپنے اُسی موقع پر جدید انتظام فرمایا۔ ملک یمن مختلف حصوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر حصہ پر جداگانہ عامل کا تقرر ہوا۔ حضرت معاذ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے کہ تمام ملک یمن میں دورہ کرکے احکام اسلام کا اجرا کرتے رہیں۔ اسی عرصہ میں پہلا کاذب مدعی نبوت یمن میں بمقام صنعاء پیدا ہوا جسکا نام اسود عنسی تھا اُسکو بعجد فوری کامیابی ہوئی اور چند ہی دن میں اُسنے ہر طرف آتش فساد مشتعل کر دی قبیلہ[1] بنی اسد میں طلیحہ[2] نے دعوی نبوت کیا۔ تیسرا[3] مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا اسود عنسی کی کامیابی دیکھکر اُسکو بھی جرأت ہوئی اور دعوی نبوت کا منصوبہ قایم کرکے اُسنے اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھکو شریک رسالت کر لیا ہے۔ انتہاے خیرہ سری یہ تھی کہ سنہ ۱۰ھ کے آخر میں اُسنے ذیل کا خط آپ کی خدمت میں بھیجا

مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنِّي قَدْ اُشْتَرِكْتُ مَعَكَ فِي الْاَمْرِ وَ اَنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفَهَا وَلٰكِنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ	مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام میں رسالت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی مگر قریش ایسی قوم ہیں جو ظلم کرتی ہے۔

اسکے جواب میں یہ فرمانِ رسالت مدینہ سے جاری ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے

---

[1] باذان پہلے کسری کی طرف سے عامل یمن تھے۔

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰی مُسَیْلِمَۃِ الْکَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔	محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام بعد حمد پس سلام ہو اُسپر جو راہِ راست کے پیرو ہیں بیشک یہ تحقیق ہے کہ ساری زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ جسکو چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے حصہ میں ہے۔

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت شریف اول ان مدعیان نبوّت کو بذریعہ پند و نصیحت سمجھایا متعدد مراسلات بھیجے لیکن کچھ اثر نہوا مرتدوں نے مسلمانوں پر دست درازی و تعدّی شروع کی اور جمعیت فراہم کرکے مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری کردیا جب نوبت اس حد تک پہنچی تو آپنے اُنکے دفعیہ کے واسطے عمّال کے نام احکام جاری فرمائے اور یہ اہتمام مرض وفات کی شدت میں بھی برابر جاری رہا۔ اسود عنسی کا خاتمہ آپ کی حیات مبارک میں ہوگیا اور آپنے یہ خبر مسلمانوں کو سنادی۔ اس بیان سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جھوٹے مدعیان نبوّت اور اُنکے پیروؤں کی کیا کیفیت تھی۔

جسوقت آپکی رحلت کی خبر شائع ہوئی ان قبائل میں اور اُنکے اثر سے دوسرے جدید الاسلام قبیلوں میں اضطراب عظیم پیدا ہوا اور تمام ملک یمن میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ مسلمان عامل ہٹادئیے گئے اور مرتدین نے دخل کرلیا۔ اسود عنسی اگرچہ مرچکا تھا لیکن اُس کی فوج مختلف حصص ملک میں منتشر تھی اب وہ پھر جمع ہوکر ایک لشکر عظیم بنگئی اسی کے ساتھ ساتھ نواح مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ

مدینے کے باہر صرف دو قبیلے ایسے تھے جو تمام وکمال اسلام پر قائم رہے یعنی قریش وثقیف باقی تمام قبائل میں کم وبیش ارتداد کا فساد پھیلا بعضے کل کے کل مرتد ہو گئے۔ بعض میں کچھ مسلمان رہے کچھ مرتد ہو گئے۔ ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف تھا ایک یمن میں۔ دوسرے نواح مدینہ کے قبائل میں۔ اور یہ سب کے سب جدید الاسلام تھے۔ معرکہ طلب طبائع نے اپنے عروج وسرداری کا حیلہ دعوی نبوت وارتداد قرار دے لیا تھا۔ واقعات ذیل سے اس بیان کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ قبیلۂ بنی عامر میں سردار عامر بن الطفیل تھا وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں ایک قریشی کا اتباع کسطرح کر سکتا ہوں قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد کا حلیف تھا غطفانی کہتے تھے کہ ہم اپنے حلیف اسدیوں کے نبی (طلیحہ) کو چھوڑ کر رسول قریشی کی پیروی کیوں کریں قریش کے نبی نے وفات پائی۔ اسد کا نبی زندہ ہی۔ قبیلہ عبد القیس میں مرتدوں کا نشان بردار غرور نعمان بن منذر کا پوتا تھا۔ یہ نعمان بن منذر اُس خاندان حمیر کی اخیر یادگار رہتا جسنے صدیوں تک یمن میں حکومت کی تھی۔ دعوی نبوت کی انتہا ے ارزانی یہ تھی کہ سجاح نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت بن بیٹھی۔ اسنے یمن میں نبی ہونیکا اعلان کیا۔ قبیلہ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی امت میں شامل ہوا مدعیان نبوت کے احکام بھی عجیب تھے طلیحہ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہو نماز کے ارکان میں سے سجدہ موتوف کر دیا۔ مسیلمہ کے حکم سے شراب اور زنا مباح وحلال قرار پایا۔ جب اُسنے سجاح مدعیہ نبوت سے نکاح کیا تو اُسکے مہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی ایک صبح کی دوسری عشا کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ اسلئے لوگونکو تکلیف ہوتی ہی فتنۂ ارتداد کے سلسلہ میں یہ بات

ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ باوجود اسقدر فتنہ و فساد اور ہنگامے کے ایک شخص بھی ایسا مرتد نہیں ہوا جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا۔ عموماً جدید الاسلام قبیلے مرتد ہوئے اُن میں بھی اکثر عوام فتنہ جو تھے چنانچہ طلیحہ کے نشان کے نیچے زیادہ تر قبیلہ طے اور اسد کے عوام الناس کا ہجوم تھا۔ حضرت ابوبکر نے فراست ایمانی سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ یمن سے جب ابتداءً قاصد آئے تو خط دیکھکر اُنسے فرمایا ابھی صبر کرو اسکے بعد جو خط آئینگے ان میں اس سے بھی زیادہ سخت خبریں ہونگی۔ اور ہوا بھی یہی۔ اسکے بعد ہی ہر طرف سے اُمراء مسلمین کے مراسلے آنے لگے جن میں قبائل کے ارتداد اور اُن مظالم کی اطلاع درج تھی جو مرتدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہوتے تھے۔ نواح مدینہ کے قبائل نے مرتد ہو کر بالاتفاق مدینہ کا رُخ کیا۔ بنی اسد سمیرا[۱] میں۔ فرازہ اور غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں۔ ثعلبہ و مُرّہ و عبس کا ایک حصہ اُبرق[۲] میں دوسرا ذو القصہ[۳] میں خیمہ زن ہوا۔ اُسی زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص اس راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ دبا[۴] سے لیکر مدینہ تک برابر مُرتد فوجیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان قبائل نے اسطرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد حضرت ابوبکر کی خدمت میں بھیجے۔ یہ آگ کسقدر جلد بھڑکی تھی اسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت خلافت کے دسویں روز یہ ایلچی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مدینہ پہنچکر قاصد مختلف عمائد کے یہاں مقیم ہوئے عمِ رسول حضرت عباس کی یہ خصوصیت تھی کہ اُنہوں نے

---

[۱] سمیرا مکہ کے راستہ میں ایک منزل ۱۲ [۲] اُبرق بنی ذبیان کا وطن ۱۲

[۳] ذو القصہ مدینہ سے ایک منزل بجانب نجد ۱۲ [۴] دبا ایک قدیم مشہور شہر یمن کا قریب ربذہ ۱۲

کسی قاصد کو اپنے مکان پر نہیں ٹھرنے دیا۔ ایلچیوں نے اوّل اُن مسلمانوں سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھرے تھے اُس کے بعد متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور بالاتفاق یہ پیام پہنچایا کہ ہم سے نماز پڑھوالو مگر زکوۃ معاف کردو۔ اُنکا پیام سنکر حضرت صدیق اکبر نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہی۔ حضرت عمر بھی اس رائے میں شریک تھے۔ انکے یہ الفاظ ہیں۔

یَاخَلِیفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِھِمْ	اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا برتاؤ کیجیے

حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ سنکر حضرت عمر کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

اَجُبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ اِنَّہٗ قد انقطع الوحی وتمّ الدین اینقص و انا حیٌّ - وَاللّٰہِ لَاُجَاھِدَنَّھُمْ ولو منعونی عقالاً۔	یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان ہو کر ذلیل و خوار بنگئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا دین کمال کو پہنچ چکا کیا میری زندگی میں اُسکی قطع و برید کیجائیگی۔ واللہ اگر (فرض زکوۃ میں سے) ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی لوگ انکار کرینگے تو میں جہاد کا حکم دونگا۔

فاروق اعظم کا مقولہ ہی کہ اس کلام کو سنکر مجھپر منکشف ہو گیا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کے واسطے کشادہ کر دیا ہی۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق نے جواب مذکور الصدر سنا کر ایلچیوں کو ناکام واپس کر دیا۔ اسی عرصے میں جلیش اسامہ

مدینہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ قاصد واپس گئے تو اُنھوں نے مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت بیان کی۔ ادھر قاصدوں کو رخصت کر کے حضرت ابوبکر نے مدینہ کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ شہر کے ناکوں پر حضرت علی۔ حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو متقرر کیا۔ عام اہل مدینہ کو جمع کر کے حکم سُنایا کہ عرب میں ارتداد پھیلا ہوا ہی۔ قاصد تمھاری حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں دشمن کے بعض حصے تم سے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر ہیں معلوم نہیں کہ تم پر کسوقت حملہ کردیں انکو امید تھی کہ ہم اُنکی درخواست منظور کرینگے مگر وہ رد کردی گئی لہٰذا تمکو ہر وقت مسلح مسجد نبوی میں حاضر رہنا چاہئے۔ اس حکم کے مطابق تمام اہل مدینہ مستعد رہتے تھے۔ قاصدوں کی واپسی کے تیسرے دن دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ ایک حصہ فوج اُنکی مدد کے واسطے ذی حسی[1] میں تیار تھا۔ جب دشمن کی جمعیت مدینہ کے ناکوں پر پُہنچی تو محافظ ہوشیار تھے اُنھوں نے حملہ روک کر امیر المومنین کے پاس اطلاع بھیجی۔ حضرت ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی اپنی جگہ قائم رہو میں فوراً موقع پر آتا ہوں۔ چنانچہ اہل مدینہ کی جمعیت لیکر موقع پر پُہنچے اور دشمنوں پر حملہ کیا مسلمانوں کے حملے سے کفار کے قدم اُکھڑ گئے اور بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا۔ وہاں کی فوج نے پہلے سے بہت سی مشکوں میں ہوا بھر رکھی تھی جیسے ہی مسلمان شترسوار پہنچے وہ مشکیں سامنے لڑکادیں اونٹ قدرتاً اس سے بہت ڈرتا ہی مسلمانوں کے اونٹ ڈر کر پیچھے کو بھاگے اور مدینہ پُہنچکر دم لیا۔ مرتدوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے اس سے اُنکی

---

[1] ذی حسی۔

جرأت بڑھی ذی حسی کی پشت پر جو فوج بمقام ذوالقصہ تھی اُسکو بھی آگے بلالیا۔ اور دشمن کی کل جمعیت ذی حسی میں مدینہ کے قریب جمع ہو گئی۔ حضرت ابو بکر نے اُسی روز دوسرے حملے کا انتظام کیا اور شباشب کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے مرتدوں کے لشکر پر چھاپہ جامارا۔ طلوع آفتاب کے وقت دشمن کو ہزیمت ہوئی سردار لشکر حبال (جو طلیحہ مدعی نبوت کا قوت بازو تھا) مارا گیا حضرت ابو بکر نے ذوالقصہ تک تعاقب کیا وہاں حضرت نعمان بن مقرن کو معہ ایک حصہ فوج کے متعین کیا اور خود مدینہ کو واپس چلے آئے۔ اس شکست سے کفار کا جوش زیادہ بڑھا۔ اور تمام قبائل نے اپنے اپنے یہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیکر قتل کرنا شروع کیا عضا کاٹتے تھے۔ آگ میں زندہ جلاتے تھے۔ اوّل قبیلۂ ذبیان و عبس نے یہ سفاکی شروع کی پھر اُنکے قرب وجوار کے تمام قبیلوں میں پھیل گئی۔ جب ان مظالم کی اطلاع حضرت ابو بکر کو ہوئی تو اُنھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ مسلمانوں کے مصائب کا بدلہ لیا جائیگا۔ ذوالقصہ کی فتح کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوا کہ تمام قبائل میں جسقدر مسلمان تھے وہ اسلام پر زیادہ شدت سے قائم ہو گئے اور اُن میں تازہ جوش و عزم پیدا ہو گیا بعض قبائل نے زکوۃ کا روپیہ بھی مدینہ بھیجدیا۔ غرض مختلف تدابیر سے حضرت صدیق اکبر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت اُسامہ کا لشکر مدینہ واپس آگیا۔ اُنکو حفاظت مدینہ پر مامور کر کے حضرت ابو بکر نے کہا کہ اب تم آرام لو ہم دشمن کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ بقیہ فوج فراہم ہوئی اور اُسکے امیر خود خلیفہ رسول اللہ بنے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھکر کہا کہ آپ خود مہم پر نہ جائیں اگر آپکو صدمہ پہنچگیا تو اسلام کا سارا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور کسیکو سردار مقرر کر کے

بھیجے وہ کام آئے تو دوسرا مقرر ہو مگر صلاح یہ پذیرا نہوئی۔ اور حضرت ابو بکر لشکر کو ہمراہ لیکر ذوالقصہ ہوتے ہوئے پرگنہ ربذہ[1] کے ابرق نامی مقام پر پہنچے وہاں دشمن سے مقابلہ ہوا اہل ایمان فتحیاب ہوئے۔ فرمان خلافت کے مطابق ابرق مجاہدین کے گھوڑوں کی چراگاہ بنادیا گیا۔ لشکر اُسامہ آرام لے چکا تھا زکوۃ کا روپیہ زیادہ مقدار میں وصول ہونے لگا تھا اسلیے حضرت ابو بکر نے تہیہ فرمایا کہ مرتدوں کا استیصال پوری طرح کردیا جاے۔ بعد فتح نواح ابرق میں قیام کرکے تمام مرتد قبائل کے مقابلہ کا انتظام فرمایا۔ گیارہ فوجیں مامور کی گئیں مختلف حصص ملک میں جاکر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں اُس زمانہ میں ملازمت کا سلسلہ نہ تھا مسلمانوں کے تمام کام محض رضائے الہی کے واسطے ہوتے تھے فوج کا انتظام بھی رضاکار تھا۔ اجتماع لشکر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص امیر لشکر مقرر ہوکر مہم پر مامور ہوتا تھا اور اُس کی ہمراہی کے واسطے قبائل نامزد ہوکر احکام جاری کیے جاتے تھے۔ زمانہ رسالت میں آپ اپنے دست مبارک سے اور دور خلافت میں خلفا اپنے ہاتھ سے نشان بناکر سردار کو دیتے۔ اُس نشان کو لیکر امیر پڑاؤ پر خیمہ زن ہوتا اور میعاد معین کے اندر سپاہ نشان کے نیچے آکر فراہم ہوجاتی۔ یا یہ ہوتا کہ امیر نشان لیکر نامزد شدہ قبائل کے قریب سے روانہ ہوتا اور ہر قبیلہ کے فوجی جوان اُسکے ساتھ ہوتے جاتے۔ ہتیار سواری وغیرہ کی مدد خزانہ سے کیجاتی نیز سپاہی اپنے ہتیار خود ہمراہ لاتے اُس زمانہ میں عرب کا بچہ بچہ ہتیار و سے آراستہ تھا۔ اسی طرح بمقام ذوالقصہ حضرت ابو بکر نے گیارہ نشان تیار کرکے اُمرائے لشکر کو دئیے اور اُن کی مدد کے واسطے قبائل مقرر فرمائے۔ ہر سردار کے

---

[1] ربذہ ایک گاؤں مدینہ سے ۳ میل۔

کو اس کی مہم اور طرز عمل کی بابت پوری ہدایتیں دی گئی تھیں یعنی وہ کس دشمن کا مقابلہ کرے اُس سے فارغ ہو کر کس طرف بڑھے کونسا لشکر کس کی مدد کرے۔ علی ہذا القیاس۔ حضرت خالد طُلیحہ کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ حضرت عکرمہ مُسیلمہ کے مقابل۔ اسود عنسی کی مُہم پر مہاجرین ال زبیر۔ وغیرہ وغیرہ خاص ہدایات کے علاوہ بعض عام احکام تھے جو کل اُمرائے کے واسطے دستور العمل تھے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک فرمان خلافت تھا جس میں مخالفین سے خطاب کیا گیا تھا اور اُنکو مخالفت سے باز آنے اور مسائل اسلام کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت و ترغیب تھی۔ اُس میں یہ بھی درج تھا کہ فلاں سردار مہاجرین و انصار و تابعین کا لشکر لیکر تمھارے مقابلہ پر آتا ہی اُسکو یہ حکم ہی کہ اول کسی سے وہ قتال و جنگ نہ کرے بلکہ دعوتِ اسلام دے جو قبول کرے اُسکو امن بخشی جاے جو عناد پر قائم رہیں اُن سے لڑے اور پوری شدت کیساتھ لڑے۔ اس فرمان کی بابتہ حکم تھا کہ لشکر کے آگے آگے قاصد لیکر جائیں اور لشکر پہنچنے سے پہلے مجمع عام میں پڑھکر سنائیں۔ ذریعہ اجتماع اذان ہو جو لوگ اذان سنکر فراہم ہو جائیں اُنکو احکام خلافت سُنائے جائیں جو جمع نہوں اُنسے مقابلہ کیا جاے۔ علاوہ فرمان بالا کے ایک اور مراسلہ ہر لشکر کے ساتھ تھا جس میں سردار لشکر کے واسطے احکام تھے۔ تمام مہمات کا بیان باعث طول ہوگا اسلیے صرف دو مہموں کا ذکر کیا جاتا ہی ایک میں نمونہ آشتی ہے دوسرے میں نمونۂ رزم۔

مہم قبیلہ طی[1] نمونہ آشتی

حضرت خالد بن ولید کا تقرر طُلیحہ مدعی نبوت کے مقابلہ پر ہوا تھا۔ مدعی مذکور کے ساتھ عوام قبیلہ طے کا بڑا مجمع تھا اسلیے حضرت ابو بکر نے حضرت

[1] مشہور حاتم طائی کا قبیلہ

عدی بن حاتم کو اول روانہ کیا کہ اپنے قبیلہ کو فہمایش کر کے تباہی سے بچا لائیں۔ آگے آگے
حضرت عدی اور اُنکے پیچھے لشکر اسلام روانہ ہوا۔ حضرت عدی نے منزل مقصود
پر پُہنچکر اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور فہمایش کی لیکن بے سود۔ دوبارہ پھر سمجھایا اس مرتبہ نصیحت
کارگر ہوئی۔ وعدۂ اطاعت کیساتھ اُنھوں نے یہ درخواست کی کہ ہمکو اتنی مہلت دیجائے
کہ اپنے اہل و عیال کو طُلیحہ کے لشکر سے نکال لائیں ورنہ ہماری اطاعت کی اُنپر مُصیبت پڑیگی
ہماری واپسی تک خالد کا لشکر روکدیا جائے۔ حضرت عدی نے یہ پیام حضرت خالد کو پُہنچایا۔
تین دن کی مہلت منظور ہوئی۔ اس عرصہ میں قبیلہ طے کے آدمی اپنے اہل و عیال کو لشکر طلیحہ
سے ترکیب کے ساتھ لے آئے اور تجدید اسلام کے بعد حضرت خالد کے پاس حاضر ہوگئے۔ اسطرح
یہ مہم حُسن و خوبی کے ساتھ بغیر خونریزی کے طے ہوگئی۔ مہم طے کے ختم ہونیکے بعد حضرت خالد نے
قبیلہ جدیلہ کی طرف رُخ کیا۔ حضرت عدی نے کہا کہ قبیلۂ طے مثل ایک پرندہ کے ہے جسکا
ایک بازو جدیلہ ہی مجھکو اجازت دو کہ اُنکو جاکر فہمایش کروں۔ اجازت ملی اور حضرت عدی
نے کوشش بلیغ کیساتھ سمجھایا۔ نتیجہ حسب مراد نکلا۔ جب حضرت خالد اس مہم سے فارغ ہوکر آگے
بڑہے تو قبیلہ طے کے ایکہزار سوار اُنکے ہمرکاب نُصرت اسلام کے لیے کمربستہ تھے۔ مورخین
نے عدی کی مساعی کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے۔

وکان خیر مولود ولد فی ارض طی واعظم برکۃ علیھم — وہ قبیلۂ طے کے بہترین فرزند تھے جن کی وجہ سے برکت عظیم نازل ہوئی۔

طلیحہ نے حضرت خالد کے مقابلہ پر شکست کھائی اور شام کو بھاگ گیا۔ وہاں پہنچکر دوبارہ اسلام
لایا۔ ایک مرتبہ خلافت صدیقی کے زمانہ میں طلیحہ ادائے عمرہ کو مکہ جاتا تھا جب مدینہ کے کنارہ
پر پہنچا تو کسی نے جھپٹ کر حضرت ابوبکر کو اطلاع کی کہ طلیحہ جارہا ہے۔ سنکر فرمایا اب وہ داخل اسلام

ہو چکا اُس سے کچھ تعرّض نہیں کیا جا سکتا۔ جانے دو۔ خلافت فاروقی میں طلیحہ نے مدینہ اکر بیعت کی

مسیلمہ کذاب معرکہ رزم

اگرچہ مرتدین کے تمام معرکے نہایت سخت اور حوصلہ فرسا تھے مگر مسیلمہ کذاب کا معرکہ شدت و قوت میں سب سے بڑھکر تھا۔ مسیلمہ کا قبیلہ بنو حنیفہ تھا اور وطن یمامہ واقع ملک نجد۔ اُسکا یہ دعوی تھا کہ مجھکو رسول اللہ نے شریک رسالت کر لیا ہی۔ اِس دعوے کی تائید کے لیے نہار نامی ایک شخص اُسکے ہاتھ آگیا۔ نہار نے مدینہ میں شرف حضوری سے مشرف ہو کر قرآن و مسائل دین کی تعلیم حاصل کی تھی جب مسائل ضروری حاصل کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ یمن جاکر تائید اسلام اور مسیلمہ کی تردید کی خدمت انجام دے بدبخت یمن پہنچکر مسیلمہ سے ملگیا۔ اور بالاعلان شہادت دی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مینے خود سنا ہی کہ مسیلمہ شریک نبوت ہی اس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہوگئے۔ اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ جب مسیلمہ تکبیر کے وقت شریک نماز ہوتا تو موذن سے کہتا اشہدان محمداً رسول اللہ خوب زور سے کہو مسجّع مہمل عبارتیں لوگونکو سناتا اور کہتا یہ وحی ہی۔ شراب و زنا کی حِلّت کا اعلان کر دیا تھا۔ ایسے اسباب سے مسیلمہ کا زور روز بروز ترقی کرتا رہا جب مدعیہ نبوّت سجاح سے مسیلمہ نے نکاح کر لیا تو اُسکے لشکر سے مسیلمہ کو مزید شوکت حاصل ہوئی بارگاہ خلافت سے دو لشکر مسیلمہ کے مقابلہ پر نامزد ہوئے تھے ایک حضرت عکرمہ کی زیر امارت دوسرا حضرت شرجبیل بن حسنہ کی ماتحتی میں۔ ان دونو لشکروں نے یکے بعد دیگرے شکستیں کھائیں حضرت ابوبکر کو جب ان ہزیمتونکی اطلاع پہنچی تو دونو شکست خوردہ امیرونکو دوسری مہم پر مقرر کیا اور مسیلمہ کے مقابلہ کا حضرت خالد کو (جو مہم طلیحہ سے کامیابی کیساتھ فارغ ہوچکے تھے) حکم دیا۔ اُنکی کمک کے واسطے تازہ دم جمعیت روانہ کی اس جمعیت میں انصار

کے سردار حضرت ثابت بن قیس اور مہاجرین کے امیر حضرت زید بن خطاب (فاروق اعظم کے بھائی) تھے۔ جب حضرت خالد یمامہ پہنچے ہیں تو مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک ترقی کر چکی تھی۔ مسیلمہ نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سُنی تو آگے بڑھکر عقربا نامی مقام پر پڑاو کیا۔ اسی میدان میں حق باطل کا مقابلہ ہوا جب دونو جانب صفوف جنگ آراستہ ہولیں تو سب سے اوّل نہار میدان میں آکر مبارز طلب ہوا۔ حضرت زید بن خطاب اُسکے مقابلہ پر گئے۔ بعد مقابلہ نہار مارا گیا۔ اسکے بعد عام[1] لڑائی شروع ہوئی رن اس زور کا پڑا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور جمعیت پریشان ہوگئی مسیلمہ کے لشکر نے تعاقب کیا اور دباتا ہوا خود حضرت خالد کے خیمہ تک پہنچگیا حضرت خالد کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ اُم تمیم حضرت خالد کی بی بی خیمہ کے اندر تھیں۔ کفار نے انکو قتل کرنا چاہا مجاعہ[2] نے روکا اور کہا (لنعمت الحرة هذه) یہ بہت اچھی آزاد بی بی ہیں۔ عورتوں کو کیا مارتے ہو مردوں کا مقابلہ کرو۔ یہ سنکر مسیلمہ کے سپاہی خیمہ کی طنابیں کاٹکر ہٹ گئے اس نازک اور حوصلہ فرسا موقع پر مسلمان اُمرار لشکر نے اپنی شکست خوردہ فوج کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش جس قوت ایمانی کیسا تھ کی وہ قیامت تک صفحات تاریخ پر یادگار رہیگی۔ اُنھوں نے یکے بعد دیگرے جانیں مردانہ وار اسلام پر قربان کر کے فوج کو غیرت دلائی اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ حضرت قیس بن ثابت نے مفرورین کو مخاطب کر کے کہا۔

---

[1] مورخ طبری نے اس لڑائی کی بابت لکھا ہے لم یلق المسلمون حربا مثلها قط مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا۔

[2] مجاعہ کفار کا سردار حضرت خالد کی قید میں تھا۔ اُسکی آسایش کی نگرانی اُم تمیم کے سپرد تھی۔ حسن سلوک کا اثر تھا جو مجاعہ نے کہا۔

بِئْسَمَا عَوَّدْتُمْ اَنْفُسَكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا يَعْبُدُ هٰؤُلَاءِ (يَعْنِيْ اَهْلَ الْيَمَامَةِ) وَاَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ (يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ - هٰكَذَا عَنِّيْ حَتّٰى اُرِيْكُمُ الْجَلَاءَ -	اے گروہ اہل اسلام تمنے اپنے نفوس کو بُری عادت سکھائی اے اللہ میں تیرے سامنے اُنکے (یعنی اہل یمامہ کے) معبود سے اور اُنکے (یعنی مسلمانونکے) اُس حرکت سے جو اسوقت کر رہے ہیں اظہار نفرت کرتا ہوں۔ مسلمانو دیکھو حملہ یوں کیا کرتے ہیں۔

یہ کہکر حملہ کیا ایک دشمن کی ضرب سے اُنکا پانو کٹ گیا وہی کٹا ہوا پاؤں لیکر اس زور سے مارا کر اپنے حریف کا کام تمام کردیا خود بھی شہید ہو گئے۔ مسلمان ہٹتے ہٹتے جب اپنے خیموں سے بھی پیچھے ہٹ گئے تو حضرت زید بن خطاب نے یہ کہکر اُنکو روکا۔

لَا تَحُوْزَ بَعْدَ الرِّحَالِ وَاللّٰهِ لَا اَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ حَتّٰى اَنْهَزِمَهُمْ اَوْ اَلْقَى اللّٰهَ فَاُكَلِّمَهُ بِحُجَّتِيْ غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَعَضُّوْا عَلٰى اَضْرَاسِكُمْ وَاَضْرِبُوْا فِيْ عَدُوِّكُمْ وَاَمْضُوْا قُدُمًا - يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْتُمْ حِزْبُ اللّٰهِ وَهُمْ اَحْزَابُ الشَّيْطَانِ وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَحْزَابِهٖ - اُدْنُوْا لِمَا اُرِيْكُمْ فَاَصْنَعُوْا كَمَا اَصْنَعُ -	خیموں سے ہٹ کر کہاں جاؤ گے واللہ آج میں اُسوقت تک کلام نہیں کرونگا کہ یا دشمن کو شکست دوں اور یا خدا کے سامنے پہنچکر اپنی معذرت پیش کروں۔ اے لوگو مصائب برداشت کرو ڈھالیں تھام لو اور دشمن پر جا پڑو اور قدم بڑھاؤ۔ اے اہل اسلام کے گروہ تم خدا کی جمعیت ہو تمہارے دشمن شیطانی لشکر غلبہ خدا اُسکے رسول اور اُسکے انصار کے واسطے ہی دیکھو میں کیا کرتا ہوں وہی تم بھی کرو۔

یہ کہکر شمشیر بکف کفّار پر حملہ کیا اور شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضرت ابو حذلیفہ نے للکار کر کہا یا اہل القرآن زینو القرآن بالفعال اے قرآن والو قرآن کی زینت عمل سے بڑہاؤ۔ یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت زید بن خطاب کے بعد حضرت برار بن مالک (حضرت انس خادم رسول کے بھائی) آگے بڑہے اُنکی عادت عجیب تھی جب میدان جنگ کا عزم کرتے بدن پر لرزہ ہوتا آدمی اُنکو دبا لیتے۔ جب یہ حالت گذر لیتی تو میدان جنگ میں نکلکر شیر کیطرح بپھرتے۔ اُس روز بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں کی شکست دیکھکر اُنکو جوش آیا اور لرزہ سے فارغ ہوکر میدان میں پہنچکر للکارے۔

اَیْنَ یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَا الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ هَلُمَّ اِلَیَّ۔ اے گروہ مسلمین۔ کدہر کا ارادہ کیا میں برار بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

ان ترغیبوں اور شہادتوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے میدان کی طرف پلٹ کر تازہ جوش کیساتھ پہر حملہ کیا۔ اس حملے سے دشمن کے قدم ڈگمگا گئے اور اُس مقام تک ہٹ گیا جہاں مسیلمہ کا مشہور سردار محکم بن الطفیل اپنی قوم کو لیے کھڑا تھا۔ اُسنے للکار کر اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور مسلمانوں پر حملہ کیا عین اسی حالت میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی شصت سے تیر قضا چھوٹا جسنے محکم کی گردن میں لگ کر کام تمام کردیا۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت اور زیادہ بڑہی اور زور سے حلہ کیا اور اعدا کو حدلیقہ تک ہٹا لے گئے۔ یہ مقام چاردیواری سے محصور تھا اور اُسکے وسط میں مسیلمہ قلب لشکر میں قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں نے حدیقہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا حضرت برار بن مالک نے کہا کہ مجھکو اُٹھا کر اندر پھینکدو۔ مگر کسی نے اس کی جرأت نہ کی۔ آخر اُنھوں نے قسم دلائی مجبور ہوکر لوگوں نے اُنکو اُٹھاکر دیوار پر پہنچا دیا۔

وہ نیچے کودے اور جانبازی کر کے دروازہ کھول دیا دروازہ کھُلنے پر مسلمانوں نے حملہ پر حملہ کیا مگر مسیلمہ نے جگہ سے جنبش نہیں کی۔ یہ دیکھکر حضرت خالد نے اپنے لشکر کو دوسری ترتیب سے قایم کیا۔ اور حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے نشان کے نیچے لڑے تاکہ ہم دیکھیں کہ ہماری کمزوری کس گروہ کی وجہ سے ہے۔ اس حکم پر ہر قبیلہ سمٹ کر اپنے نشان کے نیچے آگیا اور نہایت بے جگری کیساتھ دوبارہ حملے شروع ہوئے اب لڑائی اسقدر شدید ہوئی کہ پہلے معرکے گرد ہوگئے سب سے زیادہ نقصان گروہ مہاجرین و انصار کو پہنچا۔ ان حملوں پر بھی مسیلمہ ثابت قدم رہا وہ وسط لشکر میں کارزار بنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس حالت کو جانچا اور فیصلہ کیا کہ جبتک مسیلمہ کا خاتمہ نہوگا لڑائی ختم نہو گی۔ یہ خیال کر کے خود صف سے نکلے اور حریف مقابل طلب کیا۔ اُس شمشیر برہنہ کے سامنے جو آیا مارا گیا۔ آخر صفوں کو چیرتے اور مقابلہ کرنیوالوں کو کاٹتے ہوئے مسیلمہ تک جا پہنچے اور اُس سے گفتگو کر کے حملہ کیا۔ حضرت خالد کے ہلہ سے مسیلمہ کے قدم ڈگمگائے اور اُسکے لشکر میں فی الجملہ تزلزل پیدا ہوا یہ دیکھکر سپہ سالار اسلام نے للکار کر کہا مسلمانو ثابت قدم رہو ایک مردانہ ہلہ اور دشمن کو مار لیا اس للکار پر جو حملہ حق پرستوں نے کیا وہ اتنا زبردست تھا کہ مسیلمہ کا لشکر تاب نہ لا سکا قدم اُکھڑ گئے اور میدان سے بھاگنے لگا۔ جب اہل ارتداد کو ہزیمت ہوئی تو لوگوں نے مسیلمہ سے کہا کہ آخر آسمانی مدد کے وعدوں کا کیا حشر ہوا اُسنے جواب دیا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہو تو بچالو۔ اسی حالت میں وحشی (قاتل حضرت حمزہ) نے اپنا دہرا پھینککر مسیلمہ کے مارا جسکے صدمے سے وہ گرا۔ گرا تو ایک انصاری نوجوان نے سر کاٹ لیا دشمن کی فوج میں شور پڑ گیا

لے مسیلمہ کے باطل پرست ہونیکی بین دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ ننگ و ناموس کی غیرت دلاکر فوج کو لڑاتا تھا اگر حق پرست ہوتا حق کا واسطہ دیتا۔

کہ مسیلمہ کو ایک حبشی نے مار ڈالا۔ یہ دیکھکر اہل باطل کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے اور بے تحاشا بھاگے لشکر اسلام مظفر و منصور ہوا۔ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ حدیقہ کے قریب جو ایں دس ہزار مرتد مارے گئے سیلئے اسکا نام حدیقہ الموت مشہور ہی۔ مسیلمہ کے قتل کی خبر سنکر حضرت خالد اس مقام پر آئے جہاں وہ مارا گیا تھا اور لاش تلاش کی مجاعہ پابجولاں ساتھ تہا اُسنے پہچانکر بتایا کہ کوتہ قد زرد رو لانبی ناک کا آدمی تہا۔ اس معرکہ میں مدینہ کے مہاجرین وانصار تین سو اور بیرون مدینہ کے تین سو شہید ہوئے باقی مسلمان انکے علاوہ۔ بعد فتح حضرت خالد نے مدینہ کو مژدہ فتح بھیجا قاصد کیساتھ بنی حنیفہ کا وفد بہی تہا۔ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اُنسے کہا افسوس تمہارے حال پر تم کس وبال میں مبتلا ہو گئے۔ شرمندگی سے جواب دیا آپنے جو کچہ سنا سب سچ ہی۔ پوچھا آخر اس کی تعلیم کیا تھی۔ کہا اُس کی وحی کا نمونہ یہ ہی یا ضفدع نقی نقی لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین۔ لنا نصف الارض ولقریش نصف ولکن قریشا قوم یعتدون۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام بلاغت نظام سنکر کہا:

سبحان اللہ ویحکم ان ھذا الکلام ما خرج من الّ ولا برّ فاین یذھب بکم — سبحان اللہ تمہارے حال پر افسوس کیا ہی کلام الہی کی یہ کلام تو شان ربانی نہیں رکہتا۔ تمکو کہاں کہینچ لیگیا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے اسیطرح ہر موقع پر جانبازی کے جوہر دکہائے نتیجہ یہ ہوا کہ باستثنار بعض خفیف مہموں کے اہل ردۃ کے تمام معرکے ۱۱ھ میں ختم ہو گئے اور ۹ مہینہ کے قلیل عرصہ میں وہ سیلاب فرو ہو گیا جو نواح مدینہ سے لیکر بحرین و عمان تک پہیلا ہوا تہا۔ فجزی اللہ ابابکر وجنودہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

لہ وحشی کا وطن حبش تہا ۱۲

طوفان ارتداد کے فرو ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکر نے فوراً اپنی توجہ اُن دو زبردست

مہم عراق

دشمنوں کی جانب مائل کی جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے اسلام کی تباہی کی فکر میں تھے یعنی روم و فارس۔ خلیفہ رسول اللہ کو کسقدر اہتمام ان مہموں کا تھا واقعہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اُس زمانے میں جبکہ حضرت صدیق مذکورہ بالا مہموں کے انتظام میں مصروف تھے۔ ایک صحابی نے اپنے قبیلہ کا کوئی معاملہ پیش کرنا چاہا۔ غصہ ہو کر جواب دیا کہ میں تو اُن دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی جانب مائل کرتے ہو۔

سنہ ۶ھ کے آغاز میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے مراسلے سلاطین عالم کے نام جاری فرمائے تو ایک مراسلہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے پاس بھی روانہ فرمایا قاصد حضرت عبداللہ بن حذافہ تھے نامہ شریف حسب ذیل تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مِنۡ مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ	شروع خدا کے نام سے بڑا مہربان بخشنے والا ہے محمد رسول اللہ
اِلٰی کِسۡرٰی عَظِیۡمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰی	کی طرف سے کسریٰ بادشاہ فارس کے نام اُسکو سلام جو سیدھی
مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ	راہ پر چلے اور خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور میں
رَسُوۡلِهٖ وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے
وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ	وہ یگانہ ہے کوئی اُسکا شریک نہیں اور محمد اُس کا عبد و رسول ہے
وَرَسُوۡلُهٗ وَاَدۡعُوۡكَ بِدُعَاءِ اللّٰهِ	اور میں تجھکو خدا کا فرمان پہنچاتا ہوں اسلئے کہ میں تمام انسانوں
فَاِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَی النَّاسِ كَآفَّةً لِّاُنۡذِرَ	کے پاس اُسکا ایلچی ہو کر آیا ہوں میری رسالت کا مقصد
مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی	یہ ہے کہ جنکے دل زندہ ہیں اُن کو خدا سے ڈراؤں اور جو انکار پر
الۡكٰفِرِيۡنَ فَاَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ فَاِنۡ اَبَيۡتَ فَعَلَيۡكَ	قائم رہیں اُن پر حجت الٰہی تمام ہو تو اسلام لے سلامت رہیگا
اِثۡمُ الۡمَجُوۡسِ عَلَيۡكَ۔	اگر انکار کریگا مجوس کا گناہ تیری گردن پر رہیگا۔

خسرو نے فرمان مبارک پڑھکر پارہ پارہ کر دیا اور باذان صوبہ دار یمن کو لکھا کہ دو تیز رو آدمی
بھیجو تاکہ حجاز میں جو شخص ہے اُس کو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ کو (جو
اُس کا منشی اور فارسی خط کتابت میں ماہر تھا) اور خرخرہ نامی ایرانی کو مدینہ بھیجا۔ اور ایک
تحریر آپکے نام اس مضمون کی بھیجی کہ ان دو آدمیوں کے ساتھ خسرو کے پاس چلے جاؤ۔ قاصد
براہ طائف مدینہ پہنچے۔ عرب میں اس سفارت کی بڑی شہرت ہوئی اور قریش اس خیال سے
بہت خوش ہوئے کہ اب شہنشاہ ایران کی بدولت مسلمانوں کی مصیبت سے نجات ملجائیگی۔ خدمت
مبارک میں حاضر ہوکر بابویہ نے سلسلۂ کلام یوں شروع کیا۔ شاہنشاہ ملک الملوک کسریٰ
کا شاہ یمن کو یہ حکم ہے کہ تمکو اُس کے پاس بھیجدے۔ میں بادشاہ یمن کا فرستادہ ہوں اگر تم
میرے ساتھ چلو گے تو شاہ یمن تمھاری سفارش شاہنشاہ کے دربار میں کریگا جس سے تم کو
نفع پہنچیگا اگر چلنے سے انکار کرو گے تو تم شاہ یمن کو جانتے ہو وہ تمکو اور تمھارے ملک کو برباد
کر دیگا۔ ان قاصدوں کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ حضرت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے چہرے کی طرف بنگاہ نفرت دیکھا اور فرمایا افسوس تم پر تمنے
یہ صورت کس کے حکم سے بنائی ہے۔ جواب دیا کہ اپنے پروردگار کسریٰ کے حکم سے آپنے فرمایا مگر
میرے پروردگار کا مجھکو یہ حکم ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں مونچھیں تراشوں۔ اچھا اب ٹھہرو کل میرے
پاس آنا۔ دوسرے روز طلب کر کے فرمایا کہ تمھارے کسریٰ کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے فلاں
شب قتل کر دیا، جاؤ اور اپنے آقا کو خبر دو۔ اور کہدو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب
ملک کسریٰ میں پہنچتی ہے اور دنیا کے کناروں پر جا کر ٹھیریگی۔ یہ بھی کہدینا کہ اگر تم اسلام
لے آؤ گے تو تمھارا ملک تمھارا تخت چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اپنی قوم پر حاکم رہو گے۔ یہ فرماکر خرخرہ
کو ایک طلائی پیٹی (جو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ آپکی خدمت میں بھیجی تھی عطا فرمائی اور رخصت

کردیا۔ باذان نے جب کلام مبارک سُنا تو کہا خدا کی قسم یہ بادشاہوں کا سا کلام نہیں ہے اس کا قائل نبی معلوم ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد خسرو کے قتل اور شیرویہ کے تخت نشینی کی خبر باضابطہ یمن میں آگئی۔ شیرویہ نے یہ بھی لکھا کہ نبی عربی سے کچھ مزاحمت نکیجائے۔ آخر عہد نبوت میں باذان نے اسلام قبول کرلیا۔ اور جو ایرانی یمن میں تھے وہ بھی مسلمان ہوگئے خسرو پرویز کے قتل کے بعد ایران میں خانہ جنگی و بدنظمی کا دور دورہ رہا چند ہی سال کے عرصے میں بارہ تیرہ بادشاہ تخت نشین ہوئے جنمیں بعض عورتیں بھی تھیں۔ اس تغیر تبدل سے بدامنی و فساد کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا۔ خلافت صدیقی میں ایران کی طرف سے حاکم عراق ہرمز تھا جس کو عربوں سے سخت عداوت تھی اور ہمیشہ برسر پرخاش رہتا۔ اہل عرب بھی اُس سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ اُس کی سختی اور شرارت ضرب المثل ہوگئی تھی "اَکفَرُ مِنْ ھُرمُز وَاخبَثُ مِنْ ھُرمُز" اہل ایران کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی فکر حضرت ابوبکر کو ابتدا سے تھی لیکن کچھ روز ارتداد کے انسداد کی وجہ سے مہلت نملی۔ اسی عرصے میں حضرت مثنیٰ عراق سے مدینہ آئے اور حضرت صدیق سے کہا کہ اگر آپ مجھکو میرے قبیلے کی امارت پر مقرر کردیں تو میں مسلمانوں کو اُن اہل ایران کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہوں جو میری سرحد پر ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور حضرت مثنیٰ نے عراق واپس جاکر ایرانیوں سے آویزش شروع کی۔ اس طرح ایک حد تک اُدھر کی بے اعتدالیوں کا سد باب ہوگیا۔ آخر کار اہل ارتداد کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ یمامہ کی مہم سر ہوئی مُسیلمہ کام آیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو طلب کرکے دس ہزار فوج کے ساتھ اہل فارس کے مقابلے پر مقرر کیا۔ علاوہ اس لشکر کے آٹھ ہزار سپاہ حضرت مثنی وغیرہ اُن چار سرداروں کے پاس اور تھی جو پہلے سے مامور تھے۔ اس طرح جملہ اٹھارہ ہزار فوج مہم عراق پر متعین ہوئی۔ حضرت خالد کو یہ ہدایت تھی کہ عراق کے نشیبی حصے سے بڑھکر اوّل اُبلہ پر حملہ کریں

یہ مقام اُس موقع کے متصل تھا جہاں اب بصرہ آباد ہی۔ اُس زمانے میں ہندوستان کا وہی بندر تھا اور اُس کے ذریعہ سے ہرمز سمندر میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا رہتا تھا۔ دوسرے لشکر کو حکم تھا کہ عراق کے بالائی حصے سے حملہ آور ہو۔ اور دونوں لشکر فتح کرتے ہوئے حیرہ[1] پر آکر ملجائیں اور شہر مذکور پر متفقہ حملہ کریں۔ جو سردار لشکر وہاں اوّل پہونچے وہی تمام فوج کا امیر ہوگا۔ جب حیرہ فتح ہوجائے تو ایک حصہ لشکر وہاں قیام کرکے عقب کی حفاظت کرے۔ دوسرا حصہ خدا اور مسلمانوں کے دشمن اہل فارس کے دارالسلطنت مداین پر بڑھے۔ حضرت خالد کو یہ بھی ہدایت تھی کہ زراعت پیشہ رعایا کو پریشان ہونے دیں۔ امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رکھیں اور کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں مقابلہ صرف اُن لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں۔ اس ہدایت کا تمام مہمات عراق میں پورا لحاظ رکھا گیا۔

حضرت خالد کی مہم محرم ۱۲ھ ہجری میں روانہ ہوئی جسب ہدایت اوّل اُبلہ کی جانب رخ کیا۔ یہ بندر ایران کے تمام بندرگاہوں سے زیادہ پُرشوکت اور مستحکم تھا۔ ہرمز سلطنت فارس کے اوّل درجہ کے امرا میں تھا۔ جس کی علامت یہ تھی لاکھ روپیہ کی قیمت کا تاج پہنتا تھا۔ لڑائی سے پہلے حسب ذیل خط ہرمز کے نام بھیجا گیا:۔

امّا بعد اسلم تسلم او اعتقد	بعد حمد و ثنا اسلام لے آؤ سلامت رہو۔ ورنہ اپنی طرف سے
لنفسك وقومك الذمة واقرر	اور اپنی قوم کی طرف سے جزیہ کا اقرار کرکے مسلمانوں کی پناہ
بالجزية والا فلا تلومنّ الا نفسك	میں آجاؤ۔ یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ہی قصور ہی میں وہ
فقد جئتك بقوم يحبون الموت كما	آدمی لیکر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے
تحبون الحيوٰة۔	تمکو زندگی۔

[1] حیرہ کوفہ سے تین منزل تھا۔ خورنق عمارت مشہور اسی شہر میں تھی ۱۲

ہرمز نے یہ خط پڑھکر کسریٰ اور ولیعہد کو اطلاع کی اور فراہمی لشکر کا اہتمام شروع کیا۔ چند ہی روز میں نہایت سرعت کے ساتھ "اُڑان کھٹولو" (سُرعان اصحابہ) لیکر حضرت خالد کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ اوّل کواظم پہنچا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان حفیر میں ہیں وہاں پہنچا تو سپہ سالار اسلام نے لشکر کاظمہ میں لاڈالا۔ ہرمز کو کاظمہ آنا پڑا۔ اس تگ و دو میں ایرانی لشکر خوب خستہ ہو گیا کاظمہ کے پڑاؤ پر آتش پرست فوج پانی کے کنارے مقیم ہوئی۔ مجوسیوں نے بھاگنے کے خوف سے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا۔ حضرت خالد ہرمز کی آمد کی خبر سنکر مقابلے پر آئے لشکر اسلام کے اُترنیکے واسطے وہ جگہ باقی تھی جہاں پانی نہ تھا۔ مسلمانوں کو تامل ہوا تو حضرت خالد نے منادی کرادی کہ یہیں اُتر دو اور لڑکر پانی پر قبضہ کرلو۔ فلعمری لیصیرنّ الماء لاصبر الفریقین واکرم الجلدین۔ "میری جان کی قسم پانی اُس کا ہے جو دونو حریفوں میں زیادہ ثابت قدم اور جوانمرد ثابت ہو" یہ سُنکر مسلمانوں نے وہیں پر سامان اُتار دیا۔ ادھر سامان اُتارا تھا کہ اُدھر حضرت خالد نے ہلّہ کا حکم دیا۔ میدان کارزار گرم ہونے پر ہرمز نے دھوکے سے چند آدمی کمین گاہ میں چھپا کر حضرت خالد کو اپنے مقابلہ پر طلب کیا۔ یہ جیسے پہونچے ویسے ہی آدمیوں نے نکلکر وار کیا۔ حضرت خالد نے انکا وار خالی دیا اور دلیرانہ ہرمز پر حملہ کرکے کام تمام کر دیا۔ ہرمز کے قتل کے بعد معرکۂ جنگ میں اور زیادہ شدت ہوئی۔ بہت سے کشت و خون کے بعد ایران کے لشکر نے ہزیمت پائی۔ مسلمان مظفر و منصور ہوئے رات تک مفرورین کا تعاقب ہوتا رہا۔ زنجیریں میدان میں سے فراہم کی گئیں تو ایک شتر بار (تخمیناً ۱/۲ ۴ من) نکلیں اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام ذات السلاسل ہے۔ مدینہ مژدۂ فتح پہونچا تو حضرت ابوبکر نے ہرمز کا تاج حضرت خالد کو عطا فرمادیا۔ اسلام کا مسئلہ ہے کہ خاص خاص معرکہائے جنگ میں جو مسلمان اپنے حریف کو قتل کرے اُس کے بدن کا سامان وہی لے لے۔ مال غنیمت کے ساتھ ایک ہاتھی بھی مدینہ آیا اور خلیفہ کے حکم سے

شہر میں پھرایا گیا۔ بڑھیاں دیکھتیں اور حیرت سے کہتیں :۔

اَمِنْ خَلْقِ اللّٰہِ مَانَرٰی — کیا جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہو خدا کی مخلوق ہو۔

گشت کے بعد عراق کو واپس بھیجدیا گیا۔ حفیر کی جنگ کے بعد مذار کا معرکہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ شدید تھا۔ کسریٰ کے حکم سے تازہ دم فوجیں مدائن سے آکر اس مہم میں شریک ہوئی تھیں آخر فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اسی لڑائی میں خواجہ حسن بصری کے والد حبیب گرفتار ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے ولجہ۔ الیس۔ یوم المقر۔ حیرہ۔ عین التمر۔ دومۃ الجندل انبار۔ حصید۔ مضیح۔ ثنی۔ زمیل۔ فراض کے معرکے پیش رو سے زیادہ سخت تھے۔ عراق چونکہ سلطنت فارس کا مستقر تھا اور مدائن دار السلطنت اسی صوبہ میں (قریب بغداد) واقع۔ اس لئے اہل فارس نے نہایت جانبازی و دلیری سے مقابلے کئے لیکن حضرت خالد کی شمشیر براں کے سامنے ہر جگہ سر جھکانا پڑا۔ سپہ سالار اسلام نے اس سرعت و جلادت سے حملے کئے کہ دشمن کو دم لینے کی مہلت نہ ملی اور چند ہی روز میں میدان صاف ہوگیا۔ مورخ طبری نے حضرت خالد کی نسبت لکھا ہے :۔

وکان قلیل الصبر اذا رآہ اوسمع بہ — یعنی جب وہ موقع جنگ دیکھتے یا لڑائی کی خبر سنتے تو پھر صبر نہ ہوتا

حیرت یہ ہے کہ باوجود اسقدر مہمات سر کرنے کے اسی قلیل زمانے میں اُنھوں نے ملکی انتظامات بھی کئے۔ عمال مقرر کئے۔ وصول خراج کا بندوبست کیا۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کو امن دیکر لگان کے معاہدے کئے۔ ایرانیوں نے شروع میں ان فتوحات کو عرب کی معمولی لوٹ مار خیال کیا تھا لیکن جب مسلمانوں کا عزم اور انصاف اور برتاؤ کی خوبی دیکھی تو اپنے اپنے گھروں میں باطمینان واپس آگئے ہر پرگنہ اور علاقہ کے باشندوں نے اپنے قائمقام بھیجکر جزیے کے معاہدے کئے اور معاہدے کے بعد پورے اطمینان کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہوگئے

حضرت خالد کے دو فرمان یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے اُس منصفانہ طرز عمل کا پتا لگتا ہے جو مسلمانوں نے عراق میں اختیار کیا تھا۔ نقل فرمان بنام صلوبا السوادی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیدِ لِابْنِ صَلُوبَا السَّوَادِی وَمَنْزِلُهٗ بِشَاطِی الْفُرَاتِ اَنَّکَ آمِنٌ بِاَمَانِ اللّٰہِ عَلٰی حَقْنِ دَمِکَ بِاِعْطَاءِ الْجِزْیَةِ وَقَدْ اَعْطَیْتَ عَنْ نَفْسِکَ وَعَنْ اَھْلِ خَرْجِکَ وَعَنْ جَزِیْرَتِکَ وَمَنْ کَانَ فِیْ قَرْیَتَیْکَ بَانِقْیَا وَبَارُوسْمَا اَلْفَ دِرْھَمٍ فَقَبِلْتُهَا مِنْکَ وَرَضِیَ مَنْ مَعِیَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِهَا مِنْکَ وَلَکَ ذِمَّةُ اللّٰہِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ۔ وَشَھِدَ ھِشَامُ بْنُ الْوَلِیدِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خالد بن ولید کی جانب سے بنام صلوبا سوادی ساکن کنارہ فرات۔ تو اللہ کی پناہ میں ہے۔ قبول جزیہ کے بعد تیری جان بخشی گئی۔ تو نے اپنی ذات اپنی رعایا اپنے جزیرے اور بانقیا اور باروسما کی طرف سے ایک ہزار درہم جزیہ دیا میں نے اسکو قبول کیا اور جو مسلمان میرے ساتھ اُنھوں نے اتفاق کیا اُس کے عوض میں تو اللہ کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی پناہ میں آگیا۔ ہشام بن ولید گواہ ہوا۔

اہل حیرہ کے نام معاہدہ ربیع الاول ۱۲ سنہ ہجری میں لکھا گیا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھٰذَا مَا عَاھَدَ عَلَیْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیدِ عدیا وعمرو ابنی عدی وعمرو بن عبد المسیح وایاس بن قُبَیصه وحِیَرِیِّ بنِ اَکال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی اور عمرو پسران عدی اور عمرو بن عبد المسیح اور ایاس بن قبیصہ کے ساتھ کیا یہ لوگ اہل حیرہ کے مقبولہ و مقرر کردہ قائم مقام

وَهُمْ نُقَبَاءُ اَهْلِ الْحِيْرَةِ وَرَضِيَ بِذٰلِكَ	ہیں یہ قرار داد ہی کہ ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار
اَهْلُ الْحِيْرَةِ وَاَمَرَهُمْ بِهٖ عَاهَدَهُمْ عَلٰى	درہم بطور جزیہ وہ لوگ ادا کرینگے جو دنیاوی
تِسْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ تُقْبَلُ فِيْ	مقدرت رکھتے ہوں اور رہبان اور قسیس
كُلِّ سَنَةٍ جَزَاءً عَنْ اَيْدِيْهِمْ فِي الدُّنْيَا رُهْبَانُهُمْ	مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو مفلس ہوں دنیا سے
وَقِسِّيْسُهُمْ اِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمْ عَلٰى غَيْرِ	بالکل بے تعلق ہوں۔ بنیاد معاہدہ حفاظت ہی
ذِيْ يَدٍ حَبِيْسًا عَنِ الدُّنْيَا تَارِكًا لَهَا وَعَلٰى	اگر میں خالد بن الولید اُن کی حفاظت نکروں
الْمَنَعَةِ فَاِنْ لَمْ يَمْنَعْهُمْ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى	جزیہ کا کوئی جز واجب نہوگا اور وہ (اہل حیرہ)
يَمْنَعَهُمْ وَاِنْ غَدَرُوْا بِفِعْلٍ اَوْ بِقَوْلٍ	قولاً یا فعلاً بدعہدی کریں تو ہماری پناہ سے
فَالذِّمَّةُ مِنْهُمْ بَرِيْئَةٌ۔	نکل جائیں گے۔

حضرت خالد نے فوجی اور ملکی انتظام کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا تھا۔ فوجی افسر جدا تھے اور ملکی جدا۔ چنانچہ اوّل ہی لڑائی کے بعد جس میں ہرمز کام آیا فوج کے سردار حضرت سعید بن نعمان اور ملکی حاکم سوید بن مقرن مقرر کئے گئے۔ سوید کو ہدایت کی کہ اپنے ماتحت عمّال وصول خراج کے واسطے مفصلات میں متعین کریں جن پرگنوں کے باشندے مقابلے پر نہیں آئے اُنسے کچھ مزاحمت نہیں کی گئی اور آشتی کے ساتھ لگان کا بندوبست کرلیا گیا۔ بالقیا۔ بارو سمار وغیرہ اسی سلسلے میں تھے۔ حیرہ اور اُبلہ خراج کے صدر مقام تھے جو اُس وقت کی اصطلاح میں سواد کہلاتے تھے۔ سواد حیرہ کے ماتحت حسب ذیل پرگنے اور عامل خراج تھے۔

نام پرگنہ	نام عامل
فلالیج (بلندی عراق)	عبداللہ بن رثیمہ
بالقیا و بارو سمار	جریر بن عبداللہ

نام پرگنہ	نام عامل خراج
نہرین	بشیر بن خصاصہ
رودمستان	اُط بن ابی اُط

سواد ابلہ کے حاکم مال سوید بن مقرن کے نائب حسب ذیل عُمال تھے۔

حسکہ حبطی حصین بن ابی الحر۔ ربیعہ بن عسل۔

خوبی انتظام کی شہادت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچاس دن کے اندر حصۂ مقبوضہ کا مقررہ خراج وصول ہوکر داخل خزانہ ہوگیا۔ اس روپیہ سے مسلمانوں کو آیندہ مہمات میں بہت مدد ملی۔ حضرت خالد کا اصول عمل یہ تھا کہ جہاں پہونچتے تھے اوّل تبلیغ اسلام کرتے بصورت عدم قبول جزیہ طلب کرتے اس سے بھی انکار ہوتا تو اعلان جنگ کیا جاتا۔ چنانچہ حیرہ کے معرکہ سے پہلے جب اشراف اہل فارس بہ سرگرد ہی قبیصہ بن ایاس نائب کسرےٰ حضرت خالد کے پاس آئے تو اُنھوں نے کہا:۔

ادعوکم الی الاسلام فان اجبتم فانتم من المسلمین لکم مالھم و علیکم ما علیھم۔ فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم فقد اتیتکم باقوام ھم احرص علی الموت منکم علی الحیوٰۃ

یعنی میں تمکو اسلام کی جانب بلاتا ہوں اگر تم قبول اسلام کروگے تو تم مسلمانوں کا جز ہو جاؤگے تمھارے وہی حقوق ہونگے جو ہمارے ہیں اور وہی ذمہ داریاں ہونگی جو ہم پر ہیں اس سے انکار ہے تو جزیہ دو یہ بھی منظور نہیں تو سمجھ لو کہ تمھارے مقابلے کے واسطے وہ فوجیں لیکر آیا ہوں جو موت پر ایسی ہی جان دیتے ہیں جیسے تم زندگی پر۔ بلکہ زیادہ۔

جزیہ کی مقدار معاہدۂ حیرہ میں فی کس چار درہم تھی (یعنی ایک روپیہ) راہب تارک الدنیا اور مفلس مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کے عوض میں مسلمانوں کی جانب سے حفاظت کا عہد ہوتا تھا۔ ہر معاہدہ

جزیہ میں یہ تصریح ہوتی تھی کہ اگر ہم تمھاری حفاظت نکر سکینگے تو جزیہ بھی نہ لینگے۔ ان معرکوں
میں کسقدر احتیاط کی جاتی تھی اور حضرت ابوبکر چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی کسدرجہ خبردار
رہتے تھے حسب ذیل واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ مضیح کی لڑائی میں جب مسلمانوں نے شبخون مارا
تو دو مسلمان بھی جو دشمنوں میں رہتے تھے کام آئے ایک عبدالعزیٰ جن کا اسلامی نام عبداللہ
تھا دوسرے لبید۔ شبخون کے وقت جو اشعار عبداللہ کی زبان پر تھے اُن میں یہ مصرع بھی تھا

ع سبحانک اللھم رب محمد۔

حضرت ابوبکر نے یہ ماجرا سنا تو دونوں کا خونبہا ورثا کو ادا کیا اور حکم دیا کہ اُن کے پس ماندوں
کے ساتھ حسن سلوک اختیار کیا جائے اسی کے ساتھ یہ بھی کہا:۔

اما ان ذلک لیس علی اذ نازلا اھل الحرب — اس کی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے جبکہ وہ دار الحرب میں قیام پذیر تھے۔

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ وہیں سے ہر طرف انتظام کے
واسطے آتے جاتے تھے۔ السیب سرحدی مقام تھا سرحد کی حفاظت پر کار آزمودہ جوانمرد
مامور تھے۔ مثلاً حضرت ضرار بن ازور۔ حضرت ضرار بن الخطاب۔ مثنیٰ بن حارثہ۔ خلافت
کے احکام فتح عراق کی بابت یہ تھے کہ جب حیرہ پر نشیبی و بالائی دونوں لشکر اسلام جمع
ہو جائیں تو ایک امیر عسکر حیرہ میں قیام کرے دوسرا مدائن دار السلطنت پر بڑھے۔ حضرت
خالد اپنے مفوضہ مہمات طے کر کے حیرہ پہونچ گئے لیکن حضرت عیاض اس سرعت سے ختم
نہ کر سکے۔ اور حسب ارشاد خلافت حضرت خالد کو اُنکی مدد کے واسطے بمقام دُومۃ الجندل"
جانا پڑا۔ اسی سلسلے میں حضرت خالد کربلا کی چھاؤنی تک گئے۔ اُس وقت مسلمانوں کی
آویزش کا سلسلہ کنارہ دجلہ تک پہونچ چکا تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ خود مدائن کے بعض مورچوں

پر سرگرم قتال تھے. حضرت خالد نے چند روز کربلا میں قیام کیا وہاں اُس زمانے میں مکھیوں کی بہت کثرت تھی عبداللہ بن وثیمہ نے شکایت کی تو حضرت خالد نے جواب دیا صبر کرو. میں چاہتا ہوں کہ جن چھاونیوں کا خالی کرنا عیاض کے سپرد تھا اُن کو فتح کر کے عربوں کو قابض کر دوں تاکہ مسلمانوں کا عقب محفوظ ہو جائے۔ اور آمد رفت کا سلسلہ بے خدشہ جاری رہے. یہی حکم خلیفہ کا ہی اور خلیفہ کی رائے ایک جماعت کے رائے کی برابر قوی ہی۔

ورایہ یعدل بجدہ الامۃ

رمضان المبارک میں دومۃ الجندل وغیرہ کے معرکے سر کر کے حضرت خالد فراض جا پہونچے جہاں فارس. شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں. اسی موقع پر عید کی نماز ادا کی مسلمانوں کا اجتماع فراض پر دیکھکر رومیوں کو جوش او رغصہ آیا اور اُنھوں نے فارس کی چھاونیوں کفار عرب کے قبائل تغلب. آباد. نمر سے مدد لیکر مسلمانوں کے مقابلہ کا تہیہ کیا. تغلب وغیرہ قبائل سرحد روم پر آباد تھے اور اُن میں مسلمانوں کے خلاف جوش موج زن تھا اس طرح رومی. اہل فارس. اور عرب متفق ہو کر مسلمانوں پر بڑھے. فرات کے کناروں پر دونوں فوجیں جمع ہوئیں. رومیوں نے حضرت خالد سے دریافت کیا کہ تم ادہر آؤ گے یا ہم اُدہر آئیں اُنھوں نے جواب دیا کہ تم آؤ. رومیوں نے کہا بہتر لیکن جس موقع پر تم ہو وہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دریا کو عبور کر سکیں. حضرت خالد نے اس سے انکار کیا. انکار سنکر رومیوں اور ایرانیوں نے مشورہ کیا کہ خالد اپنی بات سے ہٹنے والا نہیں. خود ہمکو دوسرے گھاٹ سے عبور کر کے مقابلہ کرنا چاہیئے. چنانچہ مخالف لشکر نے دریا اتر کر نہایت جوانمردی وعزم کے ساتھ حملہ کیا. مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا. بعد فتح لشکر اسلام نے تعاقب کیا اور کثرت سے دشمن کام آئے. کامیابی کے بعد حضرت خالد دس روز فراض میں مقیم

رہے۔ اور ضروری انتظام کر کے پانچویں ذی قعدہ کو حیرہ کی واپسی کا حکم دیا۔ عاصم کو ہدایت کی کہ لشکر لیکر چلیں۔ شجرہ بن الاعز ساقہ پر تھے۔ خود حضرت خالد نے اپنا قیام ساقہ میں رکھا جب لشکر آگے بڑھا تو حضرت خالد چند آدمیوں کو لیکر علٰحدہ ہو گئے اور غیر معروف راستہ سے مکہ پہونچ کر حج کیا۔ یہ سفر اس تیزی سے طے کیا کہ لشکر کے اخیر حصہ کے ساتھ حیرہ میں داخل ہو گئے۔ واپس آئے تو فرمان خلافت ملا جس میں اس جسارت پر کہ لشکر سے علٰحدہ ہو کر حج ادا کیا تنبیہ تھی اور آیندہ احتیاط کی ہدایت۔ اس طرح حضرت خالد نے ۱۲ھ کے اختتام سے پہلے تجویز شدہ مہم عراق کی تکمیل کر دی۔

حج | ذی حجہ ۱۲ھ ہجری میں حضرت ابوبکر نے حج کیا۔ اُنکی غیبت کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفان مدینہ میں نائب رہے

شام ۱۳ھ | ملک شام اُس عہد میں سلطنت روم میں شامل تھا۔ عراق کی طرح سلطنت روم کی عربی سرحد پر بھی قبائل عرب آباد تھے جو اہل حجاز کے ساتھ گوناگون تعلقات رکھتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب نواح مدینہ کے یہود و عرب مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر اُٹھے اور دائرہ خصومت وسیع ہوا تو اُس کا اثر سرحد روم تک پہونچا اور اُس طرف سے بھی کاوش و آویزش شروع ہوئی ۸ھ ہجری کے وسط میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلے پر روانہ فرمائی جو سیرۃ میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس مہم کا جس فوج گراں سے مقابلہ ہو گیا اُس میں خود ہرقل روم عربوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ موجود تھا۔ اسی غزوہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہما۔ رجب ۹ھ ہجری میں خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر کے ساتھ تبوک تشریف لیگئے اس مہم کا مقصود بھی ہرقل کے حملہ کا روکنا تھا۔

جیش اُسامہ کی روانگی بھی رومیوں کے مقابلے پر ہوئی تھی۔ ابھی ابھی سن چکے ہو کہ مہم عراق کے دوران میں کسطرح رومی ازخود میدان میں درآئیے۔ انہی وجوہ سے آغاز خلافت سے حضرت صدیق اکبر کی نگاہ جن دو شیروں سے لڑ رہی تھی اُن میں ایک ہرقل روم بھی تھا۔ مہم عراق کی کامیابی کے بعد سفر حج سے واپس آکر حضرت ابوبکر نے مہم شام کا اہتمام کیا۔ سب سے اوّل حضرت خالد بن سعید کو ایک حصہ فوج کے ساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ بمقام تیما پہونچکر قیام کریں اور تا حکم ثانی آگے نہ بڑھیں۔ خود حملہ نکریں اودہر سے حملہ ہو تو دفع کریں۔ جو مسلمان قبائل تیما کے نواح میں ہوں اُن کو شرکت کی ترغیب دیں لیکن یہ شرط تھی کہ جو لوگ ارتداد کا داغ کھا چکے ہوں وہ شامل نہ کئے جائیں۔ حضرت خالد بن سعید نے بموجب حکم تیما پہونچکر پڑاؤ کیا۔ قبائل کا لشکر عظیم اُنکے نشان کے نیچے جمع ہو گیا۔ ہرقل کو جب اس فوج گراں کی خبر پہونچی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کیں۔ اور عرب کے مقابلے کے لئے عرب انتخاب کئے۔ قبائل لخم غسان جذام وغیرہ جو شام کے سرحد پر آباد تھے حضرت خالد بن سعید کے مقابلے کے واسطے تیما سے تین منزل کے فاصلہ پر فراہم ہوئے۔ حضرت ابوبکر کو اطلاع کی گئی۔ حکم آیا:۔

اقدم ولا تحجم و استنصر اللّٰہ   آگے بڑھو رکو مت خدا سے مدد مانگو۔

اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے حملہ کیا اور مخالفین کی جمعیت پریشان ہو گئی۔ شامیوں کی چھاونی پر حجازی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کشمکش کا ایک مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل مقابلہ پر بڑھے تھے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسکی اطلاع بھی مدینہ گئی۔ حکم ہوا اور آگے بڑھو لیکن اس احتیاط سے کہ عقب محفوظ رہے۔ حضرت خالد بن سعید نے قدم آگے بڑھایا اور زیرا، وآبل کے درمیان منزل کی یہاں باہان نامی ایک بطریق نے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ اسکی اطلاع کے ساتھ حضرت خالد بن سعید نے مزید مدد کی درخواست بھیجی

اوراب حضرت صدیق نے پورے اہتمام کے ساتھ مہم کا انصرام فرمایا۔ اسی عرصے میں وہ لشکر جو یمن۔ عمان بحرین تہامہ وغیرہ مقامات میں اہل ارتداد سے لڑ رہے تھے کامیابی کے بعد مدینہ واپس آگئے۔ حضرت عکرمہ ذوالکلاع حمیری (یمن کے شاہی خاندان حمیر کی یادگار) اسی جمعیت میں تھے۔ چار جدید فوجیں شام کو روانہ کی گئیں ایک کے امیر حضرت ابو عبیدہ تھے دوسرے کے حضرت شرحبیل بن حسنہ۔ تیسری کے حضرت یزید بن ابو سفیان۔ چوتھی کے حضرت عمرو بن العاص۔ یہ افواج مختلف حصص شام پر مامور ہوئیں۔ حضرت عمرو بن العاص کو براہ معرفہ فلسطین پر بڑھنے کا حکم ملا۔ بقیہ تینوں لشکر مختلف سمتوں سے بلقار (بلندی شام) کی جانب بڑھے۔ ہر امیر کے متعلق مختلف شہروں کی تسخیر تھی۔ مجموعی اصول یہ تھا۔

اَعْرِفُ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَشْغَلُهُمْ فَاَحَبُّ اَنْ یَصْلَ المصوبُ وَ یَصُوبَ المصعدْ لِئَلَّا یتوآنوا	میں جانتا ہوں کہ عنقریب رومی پوری قوت سے مسلمانوں کے مقابل ہونگے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ بلندی والے نشیب کی جانب اور نشیب والے بلندی کی طرف آجا سکیں اور ایک دوسرے کے محتاج نہ ہیں۔

مورخ طبری لکھتے ہیں :۔

فکان کماظن۔	وہی ہوا جو حضرت ابوبکر کا خیال تھا۔

مسلمانوں کی ان چاروں فوجوں کی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن سعید کی جمعیت اس کے علاوہ۔ ہرقل کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اُس نے بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ خود شام پھونچکر حمص میں قیام کیا۔ یہ تجویز کی کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کا جُدا جُدا مقابلہ کیا جائے تاکہ اُن کو اجتماع کا موقع نہ ملے۔ تذارق ہرقل کا حقیقی بھائی نوے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے جرجہ بن توذرا قریباً اسیقدر جمعیت کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے

ؔ شام کا وہ صوبہ جس کا صدر بیت المقدس تھا۔

وراقوص حضرت شرحبیل بن حسنہ کے اور فیقار بن نسطوس ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلے پر مامور ہوئے تذارق کا مقدمۃ الجیش آگے بڑھکر ثنیہ نامی مقام پر جو فلسطین کا بلند حصہ تھا خیمہ زن ہوا۔ مسلمانوں نے جب رومیوں کا ٹیڑی دل دیکھا تو گھبرائے اور حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ طلب کیا فوج کی زیادہ جمعیت انہی کے پاس تھی جواب دیا۔

اَلرَّأْیُ الاجتماع وذٰلکَ اَنَّ مثلنا اِذَا اجتمع لَمْ یُغلَبْ مِنْ قِلَّۃٍ وَاِذَا نَحْنُ تَفَرَّقْنَا لَمْ یَبْقَ الرَّجُلُ مِنَّا فِی عَدَدٍ یُقْرَنُ فِیْہِ لِاَحَدٍ مِمَّنْ اِسْتَقْبَلَنَا وَاَعَدَّ لَنَا لِکُلِّ طَائِفَۃٍ مِنَّا فاتعدوا الیرموکَ۔

رائے یہ ہے کہ سب مجتمع ہو جاو وجہ یہ کہ ہم سے آدمی جب مجتمع ہو جائیں تو محض قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے اور اگر ہم متفرق ہو گئے تو پھر ہم میں سے کسی کے پاس اتنی جمعیت نہیں رہیگی کہ اپنے مقابل حریف کا مقابلہ کر سکے ہمارے ہر لشکر کے مقابلے کے واسطے الگ الگ فوج بھیجی گئی ہے۔ یرموک پر جمع ہو جاو۔

حضرت ابوبکرؓ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی مذکورہ بالا رائے پسند کی اور لکھا

اِجْتَمِعُوْا فَتَکُوْنُوْا عَسْکَرًا وَّاحِدًا وَالقوا زُحُوْفَ الْمُشْرِکِیْنَ بِزَحْفِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّکُمْ اَعْوَانُ اللّٰہِ واللّٰہُ نَاصِرُ مَنْ نَصَرَہٗ وَخَاذِلُ مَنْ کَفَرَہٗ وَلَنْ یُؤْتٰی مِثْلُکُمْ مِنْ قِلَّۃٍ وَاِنَّمَا یُؤْتَی العشرۃ آلاف والزیادۃ عَلَی العشرۃ الآلاف اِذَا اَتَوْا مِنْ تِلْقَاءِ الذُّنُوْبِ

سب جمع ہو کر ایک لشکر بنجاو اور مشرکوں کی صفیں مسلمانوں کی فوج سے الٹ دو اس کا یقین رکھو کہ تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگار کو فتح دیتا ہے اور جو اس کا منکر ہو اسکو رسوا کرتا ہے تم سا گروہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا حقیقت حال یہ ہے کہ ہزاروں جمعیت اگر راہ معصیت اختیار کرے تو بیدست وپا ہو جاتی ہے لہٰذا واجب ہے کہ گناہوں سے خبردار ہو۔ مقام یرموک میں اپنے اپنے نشان کے

فاحترسوا من الذنوب واجتمعوا بالیرموک ۔ یعنی جمع ہو ہر امیر عسکر اپنے آدمیوں کے
مُتَسَانِدِیْنَ وَلْیُصَلِّ کُلُّ رَجُلٍ بِاَصْحَابِہٖ ساتھ نماز ادا کرے۔

ہرقل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی نقشۂ مہم بدل دیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ پڑاؤ ایسے موقع پر کیا جاوے جس کا سامنا کشادہ ہو اور عقب تنگ۔ تذارق امیر الامرا ہو۔ مقدمہ پر جرجہ اور دائیں بائیں بازو پر ذراقص و باہان۔ اس کے ساتھ یہ خوشخبری بھی تھی کہ باہان عنقریب اور تازہ دم فوج لیکر تمھارے پاس پہنچتا ہے۔ فرمان شاہی کے مطابق رومیوں کا لشکر واقوصہ نامی مقام پر اُترا۔ یہ مقام دریائے یرموک کے کنارہ پر تھا۔ سامنے دریائے یرموک تھا پشت پر ایک سیدھا اونچا پہاڑ۔ یہ محفوظ جگہ اسلئے انتخاب کی گئی کہ رومیوں کے ہوش بجا ہوں مسلمانوں کا جو خوف طاری تھا وہ رفع ہو اور دل ٹھہریں۔ مسلمانوں نے اس موقع کا اندازہ کیا اور اپنا پڑاؤ چھوڑ کر رومیوں کے سامنے مورچہ جمایا۔ اس طرح رومی پشت اور پیش دونوں جانب سے محصور ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ کیفیت دیکھکر مسلمانوں سے کہا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَبْشِرُوا، حصرت واللہ مژدہ ہوئے لوگو، قسم رب کی رومی محصور ہو گئے اور محصور
الروم، وَقَلَّ مَا جَاءَ مَحْصُوْرٌ بِخَیْرٍ فوج بہت کم فلاح پاتی ہے۔

مسلمان تین مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سامنے دریا حائل تھا پشت پر پہاڑ اسلئے مسلمان خود حملے سے مجبور تھے۔ رومی حملے سے دل چراتے تھے۔ معمولی حلے کرتے تھے جو پسپا کر دئے جاتے۔ صفر کے مہینے میں اس اجتماع اور معرکہ کی کیفیت مدینہ پہونچی۔ حضرت خالد کے نام مراسلہ جاری ہوا کہ عراق کے معاملات مثنّے کے سپرد کر کے اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کر کے شام پہنچو۔ حضرت خالد نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور اس سرعت سے یرموک پہونچے

کہ اُن کے گھوڑے کے پاؤں بیکار ہوگئے۔ ربیع الآخر کے آخیر میں یہ لشکر یرموک پہنچا۔ اُسی روز
باہان رومیوں کی کمک لیکر پہنچا تھا۔ اس لشکر کے آگے آگے پادریوں کے مختلف طبقے شماسہ
راہب۔ قسیس وغیرہ تھے اور مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دیتے جاتے تھے۔ مورخین نے
رومیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دو لاکھ لکھی ہے۔ حضرت خالد کی نو ہزار سپاہ اور بعض اور
کمکوں کے شامل ہو جانے سے مسلمانوں کی جمعیت چھیالیس ہزار ہوگئی تھی۔ رومی باوجود
اپنی کثرت اور حریف کی قلت کے حضرت خالد کے پہونچنے کے بعد بھی ایک مہینے تک خندق
میں چھپے رہے۔ مذہبی پیشوا اُن کو اُبھارتے تھے نصرانیت کی تباہی کا ماتم کرتے تھے لیکن
کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بہت سی کوششوں کے بعد آمادہ پیکار ہوئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر
کا ہے اس طرح پانچ مہینے کے محاصرے کے بعد میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی مختلف
فوجیں اپنے اپنے امیر کی زیر حکم تھیں۔ کل فوج پر کوئی سردار نہ تھا۔ جب رومیوں کے
حملے کی اطلاع ہوئی تو اس طرف سے ارادہ ہوا کہ ہر حصۂ لشکر اپنے اپنے سردار کی ماتحتی
میں مقابلہ کرے اس طرز جنگ کو عرب کی اصطلاح میں تساند کہتے تھے۔ حضرت خالد نے
یہ حالت دیکھی تو تمام فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا اُس میں بیان کیا کہ آج کا دن ایک
عظیم الشان دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہیگا اپنے ذاتی شرف اور فخر کو علٰحدہ رکھکر صرف
مرضی الٰہی کے واسطے کام کرنا چاہیئے اور وہ طرز اختیار کرنی چاہیئے جس سے دشمن نفع نہ
اُٹھاوے۔ متفرق امرا کی ماتحتی میں لڑنا قوت کو منتشر کرنا ہے وہ رائے قرار دو جو مناسب
موقع ہو۔ سب نے کہا تم اپنی رائے ظاہر کرو اُنھوں نے کہا کہ خلیفہ کا اندازہ تھا کہ معرکے آسان
ہونگے۔ جو واقعات یہاں پیش ہیں اگر ان کی خبر ہوتی تو ضرور وہ تمام لشکر کو ایک امیر کا
ماتحت کر دیتے۔ اب یہ ہونا چاہیئے کہ کُل لشکر ایک سپہ سالار کے حکم سے لڑے۔

جو باری باری سے مقرر ہو۔ ایک دن ایک امیر ہو دوسرے روز دوسرا۔ اگر پسند ہو آج کی امارت میری سپرد کردو۔ سارے امرانے اس رائے کو تسلیم کیا اور اُس روز کی سپہ سالاری حضرت خالد کو تفویض کی گئی۔ رومیوں نے اپنی فوج نئی ترتیب سے قائم کی تھی۔ امیر اسلام نے بھی معمولی ترتیب چھوڑ کر جدید طرز اختیار کی۔ جو عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام سپاہ کو چالیس دستوں پر تقسیم کر کے ہر دستہ پر ایک کار آزمودہ سردار مقرر کیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت ہو تو اس سے بہتر ترتیب نہیں ہو سکتی۔ اس سے لشکر کی تعداد دونی معلوم ہوتی ہی۔ قلب پر حضرت ابو عبیدہ۔ میمنہ پر حضرت شرجیل بن حسنہ اور عمرو بن العاص اور میسرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان مقرر کئے گئے۔ ایک دستہ حضرت خالد کے بیٹے عبد الرحمٰن کے سپرد تھا جنکی عمر اُس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ قاضی عسکر۔ حضرت ابو درداء تھے۔ قاص حضرت ابو سفیان۔ اور قاری حضرت مقداد۔ غزوہ بدر کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت مقرر فرما دی تھی کہ آغاز غزوہ سے پیشتر سپاہ اسلام کے سامنے سورۂ انفال پڑھی جائے۔ یہ خدمت قاری کے سپرد تھی قاص کی یہ خدمت تھی کہ سپاہیوں کے سامنے کھڑے ہو کر جوش جنگ تازہ کرتے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان ہر دستہ کے سامنے جاتے اور کہتے:۔

انتم ذادة العرب وانصار الاسلام	تم جوانمردان عرب ہو اور اسلام کے انصار۔ وہ جوانمردان
وهم ذادة الروم وانصار الشرك	روم ہیں اور شرک کے مددگار۔ اے اللہ آج کا دن
اللهم هذا يوم من ايامك اللهم انزل	معرکہ کا دن ہے۔ اے اللہ اپنی مدد اپنے بندوں
نصرك على عبادك	پر نازل فرما۔

لشکر اسلام میں ایک ہزار صحابی شریک تھے جن میں سے سو بزرگ بدری تھے۔ جب

حضرت خالد لشکر کی صفیں قائم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا رومیوں کی فوج کسقدر
زیادہ ہے۔ اور ہماری کتنی کم۔ حضرت خالد نے کہا نہیں ہماری فوج بہت ہی زیادہ ہے
اور رومیوں کی بہت ہی کم۔ سپاہ کی قلت یا کثرت تعداد پر موقوف نہیں نتیجہ جنگ
فتح و شکست ہے اُس کا انداز ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب صفوف کے بعد حضرت خالد نے حکم
دیا کہ حضرت عکرمہ و حضرت قعقاع قلب کے دونوں بازؤں سے نکلکر حملہ آور ہوں۔ معرکۂ
کارزار گرم ہوا عین معرکہ میں مدینہ سے قاصد پہونچا۔ لوگوں نے حال دریافت کیا تو اُس نے
خیریت اور آمد مدد کی خوشخبری سُنائی۔ حضرت خالد کے پاس پہونچا تو آہستہ کچھ کہا اور مراسلہ
دیا۔ اُنھوں نے مراسلہ کو بجنسہ ترکش میں رکھ لیا۔ اور مصروف جنگ ہوگئے۔ ہنگامۂ دار و گیر
میں جذب حق کا کرشمہ دیکھو۔ دورانِ کارزار میں رومیوں کا سردار جرجہ بن توذرا میدان
میں آیا اور للکار کر کہا خالد میرے سامنے آئیں۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو اپنا نائب کیا
اور خود آگے بڑھکر دونوں لشکروں کے درمیان جرجہ سے ملے۔ اوّل دونوں نے ایک دوسرے
کو پناہ دی بعد امان اسقدر ملکر کھڑے ہوئے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں مل گئیں۔ جرجہ سچ کہنا
جھوٹ مت بولنا آزاد مرد جھوٹ نہیں بولتے۔ دھوکا دینا فریب شرفا کا شیوہ نہیں۔ میں یہ
پوچھتا ہوں کہ خدا نے تمھارے نبی کے پاس آسمان سے تلوار بھیجی تھی وہ تمکو عطا ہوئی اور اُس کا
اثر ہے کہ تم ہر جگہ فتحیاب ہوتے ہو۔ حضرت خالد۔ نہیں۔ جرجہ۔ پھر تمھارا لقب سیف اللہ کیوں
ہے۔ حضرت خالد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے
اسلام ہمارے سامنے پیش کیا۔ اوّل ہم سب کے سب بھاگ کر کنارہ کش ہوگئے۔ پھر بعض نے
تصدیق کر کے پیروی اختیار کی۔ بعض دور دور رہکر جھٹلاتے رہے۔ میں اُن میں تھا جو تکذیب
پر قائم تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمارے قلب پھیر دیئے گردنیں جھکا دیں اور ہدایت بخشی۔

ہیں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی اُس وقت ارشاد ہوا:۔

أَنتَ سَيفٌ مِنْ سيوفِ اللّٰہِ سَلّہٗ — اے خالد تو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار

علی المشرکین — ہو جو مشرکین کے مقابلے کے لئے نیام سے نکلی ہو

نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں سب مسلمانوں سے زیادہ مشرکوں کا دشمن ہوں۔ جرجہ۔ تم نے سچ کہا۔ اب یہ بتاؤ کہ دعوت اسلام کیا ہو۔ حضرت خالد۔ اس امر کا اقرار کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں! اور اُس پیام کی تصدیق جو وہ خدا کی طرف سے لائے۔ جرجہ۔ اگر اُسکو کوئی نہ مانے۔ حضرت خالد جزیہ دے۔ جرجہ۔ یہ بھی قبول نہ کرے۔ حضرت خالد۔ ہم اوّل اعلان جنگ کرینگے پھر لڑینگے۔ جرجہ۔ جو تم میں شامل ہو اُس کا مرتبہ۔ حضرت خالد۔ اللہ کا فرمان ہو کہ سب مسلمان درجہ میں برابر ہیں اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ۔ اوّل ہوں یا آخر جرجہ۔ جو آج ایمان لائے وہ بھی رتبہ میں مساوی ہوگا۔ حضرت خالد۔ برابر ہوگا بلکہ افضل۔ جرجہ۔ یہ کس طرح۔ حضرت خالد۔ ہم نے جب اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ احکام آسمانی کی خبر دیتے تھے ہم معجزات وتصرفات مشاہدہ کرتے تھے۔ اس صورت میں ہمارا مسلمان ہونا لازم تھا۔ آج تم اُن باتوں کو نہیں دیکھتے پھر بھی ایمان لاتے ہو تو ہم سے افضل ہو۔ جرجہ۔ تم قسم سے کہتے ہو کہ تم نے مجھسے پورا سچ کہا۔ دھوکا نہیں دیا۔ تالیف قلب نہیں کی۔ حضرت خالد۔ واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھکو تم سے یا کسی سے نفرت ہی۔ جو تم نے پوچھا اُس کا سچا جواب میں نے دیدیا۔ اللہ میرا مددگار ہی۔ جرجہ۔ بیشک تم نے سچ کہا۔ یہ کہکر اپنی ڈھال پس پشت ڈال دی اور کہا مجھکو اسلام کی تلقین کرو۔ حضرت خالد اُسکو اپنے خیمے میں لیگئے۔ اوّل غسل دیا۔ پھر تلقینِ اسلام کے بعد جرجہ کو مقتدی بناکر دو رکعت نماز ادا کی۔ جرجہ کی یہ حالت دیکھکر رومیوں نے عام حملہ کردیا

پہلے حملے میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ حضرت عکرمہ اور حضرت حارث بن ہشام ثابت قدم رہے۔ جس وقت حضرت خالد جرجہ کو لیکر خیمے سے نکلے تو رومی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے للکارا تو مسلمانوں نے دلیری سے حملہ کر کے دشمن کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب سیف اللہ نے ہلّہ کیا اور شمشیر آزمائی شروع ہوئی۔ چاشت سے دن ڈھلنے تک میدان جنگ یکساں گرم رہا۔ انتہا یہ کہ عصر کی نماز اشارے سے ادا کی گئی۔ یہ عالم قابل دید تھا کہ وہ جرجہ جو صبح کو مسلمانوں کے دشمن تھے اب حضرت خالد کے پہلو بہ پہلو نشۂ ایمان میں سرشار رومیوں پر وار کر رہے تھے۔ اور یہ قسمت کہ عین معرکہ میں سعادت شہادت سے کامیاب ہوئے اور صرف وہ نماز ادا کر کے جو آغاز اسلام کا نیاز تھی سرخرو اپنے رب کے حضور میں پہونچے۔ رضی اللہ عنہ۔ شام کے قریب رومیوں کو لغزش ہوئی۔ یہ دیکھکر حضرت خالد نے قلب کے دستے لیکر خود حملہ کیا اور پہلے ہلّے میں دشمن کے پیادوں اور رسالوں کے درمیان گھسکر حدفاصل بن گئے اول رسالوں کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان اس شکست سے خوش ہوئے۔ لیکن اپنی جگہ پر قائم رہے۔ تعاقب نہیں کیا۔ سواروں کے بعد حضرت خالد نے پیدلوں پر دھاوا کیا۔ اُن کی جمعیت بھی متفرق ہوئی اور خندق میں جا گھسی۔ مسلمان متعاقب پہونچے پشت پر پہاڑ تھا۔ اس لئے رومی گھر گئے۔ اور ہزاروں تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ حضرت خالد نے بڑھکر روم کے سپہ سالار تذارق کے خیمے پر قبضہ کر لیا۔ نماز مغرب بعد فتح تنگ وقت پر ادا کی گئی۔ رومی شکست پا چکے تاہم متفرق لڑائی کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ حضرت خالد کے گرد مسلمانوں کے رسالے تھے۔ اور تذارق کے خیمہ گاہ سے وہ تمام شب فوج کو لڑاتے رہے۔ شب کے وقت حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں بہت سے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا رہا۔ آج کیا میں رومیوں سے بھاگ جاؤنگا۔ کون ہے جو مجھسے موت پر

بیعت کرے۔ یہ سُنکر حضرت حارث۔ حضرت ضرار بن ازور نے مع چار سو مسلمانوں کے اُن کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اور حضرت خالد کے خیمے کے سامنے جم کر لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ باستثناء معدودے چند سب کے سب شہید ہو گئے۔ صبح کو لوگ بحالت نزع حضرت عکرمہ اور اُن کے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو اُٹھا کر حضرت خالد کے پاس لائے۔ اُنھوں نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ساق پر اور عمرو بن عکرمہ کا ران پر رکھا۔ چہرہ سے خاک صاف کرتے منہ میں پانی ٹپکاتے اور کہتے جاتے۔ اس پر بھی ابن خیثمہ کا خیال ہی کہ ہمکو شہادت کی تمنا نہیں۔ اسی حالت میں خدا کے دونوں برگزیدہ بندے رہگرائے عالم بالا ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔ یہ واقعہ سننے کے قابل ہی کہ اس لڑائی میں مسلمان بیبیاں بھی شریک تھیں اور اپنے دستے جداگانہ قائم کر کے سرگرم قتال ہوئیں۔ جویریہ بنت ابوسفیان کے دستے نے سب سے زیادہ کارنمایاں کیا۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ صبح ہوتے ہوتے میدان رومیوں سے صاف ہو گیا۔ آفتاب طلوع ہوا تو اُس نے اسلامی پرچم دریاے یرموک پر لہراتا دیکھا۔ یہ فتح بہت عظیم بالشان تھی اسکی وجہ سے مسلمانوں کا سکہ رومیوں کے دل پر بیٹھ گیا اور فتوحات کا دروازہ کھُل گیا۔ اس معرکہ کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہی کہ رومیوں نے آغاز کار میں ایک عرب جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ ایک دن ایک رات وہ حالات جانچتا رہا واپس گیا تو کہا:۔

باللیل رہبانٌ وبالیوم فرسانٌ لو سرق	وہ لوگ رات میں درویش ہیں دن میں شہسوار
ابن ملکھم قطعوا یدہ ولو زنی رجم	حق پرستی کا یہ عالم ہی کہ اگر اُنکے بادشاہ کا بیٹا چوری
لاقامۃ الحق فیھم	کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ زنا کرے تو سنگسار
	کردیا جائے۔

اب ہمکو یہ بتا دینا چاہیئے کہ جو قاصد اثنا جنگ میں مدینہ سے آیا تھا وہ حضرت ابوبکر کی رحلت کی خبر لیکر پہونچا تھا۔ جو مراسلہ اُس نے دیا تھا وہ حضرت عمر خلیفہ ثانی کا تھا۔ اُس میں حضرت خالد کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی سپہ سالاری کا حکم درج تھا

مرض الموت و وفات

ساتویں جمادی الآخر ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی۔ حضرت ابوبکر نے غسل کیا۔ سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ یہی بخار انجام کار مرض وفات ثابت ہوا پندرہ روز علیل رہے۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی جب مسجد تک آنیکی قوت نرہی تو حضرت عمر کو امامت پر مقرر کیا۔ شدت مرض کی حالت میں بعض آدمیوں نے کہا کہ طبیب طلب کر لیا جائے۔ جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اُس کا قول ہے:-

اِنی فعّال لِمَا اُرِیدُ — میں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔

مدعا سمجھکر لوگ چپ ہو رہے۔ ایام علالت اُس گھر میں بسر کئے جو مسجد نبوی کے قریب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ حضرت عثمان پڑوس میں تھے اس لئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑہی تو حضرت ابوبکر کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ اوّل خود سوچا پھر اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ حضرت عمر کی نسبت رائے قائم کی۔ بعض صحابہ نے جنکو حضرت عمر کی سختی کا اندیشہ تھا اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا تو جواب دیا کہ عمر کی سختی اس وجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں غصہ ہوتا تو وہ غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ نرمی دیکھتے تو سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہو گئی تو ایک روز حضرت ابوبکر بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ انکی بی بی حضرت اسماء بنت عمیس دونوں ہاتھوں سے

سنبھالے ہوئے تھیں۔ نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:-

أَتَرضَونَ مِمَّن أَستَخلِفُ عَلَيكُم فَإِنِّي وَاللهِ مَا آلَوتُ مِن جُهدِ الرَّأيِ وَلَا وَلَّيتُ ذَا قَرَابَةٍ وَإِنِّي قَد استَخلَفتُ عُمَرَ بنَ الخطاب فاسمعوا واطيعوا

آیا تم اُس شخص کو پسند کروگے جس کو میں ولیعہد مقرر کروں اسکو خوب سمجھ لو اور میں بالقسم کہتا ہوں کہ میں نے غور اور فکر کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور میں نے اپنے کسی قرابتدار کو تجویز نہیں کیا میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تم میرا کہنا سنو اور مانو۔

سب نے کہا سمعنا واطعنا۔ ہم نے سُنا اور مانا۔ اُس کے بعد نیچے اوتر آئے اور حضرت عثمان کو طلب کر کے کہا عہدنامہ لکھو۔ چنانچہ حسب ذیل عہدنامہ لکھا گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ هذا مَا عَهِدَ ابوبكر بن ابى قحافة فى آخر عهده بالدنيا خارجًا منها وعند اول عهده بالآخرة داخلًا فيها حيث يُؤمِنُ الكافِرُ ويُوقِنُ الفَاجِرُ ويصدقُ الكاذِبُ انى استخلفت عَلَيكُم بعدى عُمَرَ بن الخطاب فاسمعوا له واطيعوا وانى لم آل الله ورسوله ودينه ونفسى واياكم الا خيرًا فان عدل فذلك ظنى به وعلمى فيه وان بدل فلكل امرء ما اكتسب والخير

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہدنامہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی آخر زندگی کا ہے جبکہ وہ دنیا سے سفر کر رہا ہے اور عالم آخرت کے داخلہ کی پہلی ساعت ہے جہاں کافر مومن۔ بدعقیدہ عقیدتمند اور جھوٹا صداقت شعار ہو جاتا ہے۔ میں نے عمر بن الخطاب کو اپنا ولیعہد کیا لہذا اُن کا حکم سنو اور مانو۔ خوب سمجھ لو کہ اس بارہ میں خدا۔ اُسکے رسول۔ اُسکے دین کی خود اپنی اور تمہاری خیرخواہی کا حق ادا کرنے کی میں نے پوری کوشش کی ہے اگر وہ عدل کرینگے تو انکی نسبت میرا یہی خیال اور علم ہے اگر وہ بدل گئے تو ہر شخص اپنے عمل کا پھل پائیگا نیت میری بخیر ہے غیب کا علم نہیں۔ جو لوگ ظلم کرینگے وہ جلد دیکھ لیں گے کہ وہ کس

ارادتُ ولا اعلم الغیبُ وسَیَعلمُ الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلو پر پلٹا کھائیں گے۔ اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

اس عہدنامہ کی تحریر وتشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم نے عمر کو ولیعہد مقرر کیا ہے حالانکہ تم دیکھتے تھے کہ وہ لوگوں سے تمھارے سامنے کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ اُس وقت کیا ہوگا جب وہ تنہا رہجائیں گے۔ تم اپنے رب کے پاس جارہے ہو۔ تم سے رعیت کی بابت سوال کریگا۔ حضرت صدیق اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ یہ کلام سُنکر کہا مجھکو بٹھادو۔ بیٹھ گئے تو کہا:۔

اباللہِ تخوفنی اذا لقیتُ اللہَ قُلتُ استخلفتُ علیٰ اھلک خیرَ اَھلِکَ۔

کیا تم مجھکو خدا سے ڈراتے ہو میں جس وقت اللہ کے سامنے جاؤنگا تو کہونگا کہ میں تیری اُمت سے بہتر بندہ کو اپنا جانشین مقرر کرآیا ہوں۔

اس کے بعد حضرت عمر کو تخلیہ میں طلب کیا اور جو سمجھانا تھا وہ سمجھایا۔ پھر ہاتھ اُٹھاکر دعا کی:۔

اللھم انی لم ارد بذلک الّا صلاحھم وخِفتُ علیھم الفتنۃ فعملت فیھم بما انت اَعلَمُ بہ وَاجتھدتُ لھُم رأیاً وَلّیتُ علیھم خیرَھم وَاقویٰھم وَأحرصُھم علیٰ ما ارشدھم وقد حضرنی من اَمرِکَ مَاحضر فاخلفنی فیھم فھم عبادکَ ونواصیھم

اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے ارادے سے کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ اُنمیں فساد نہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جسکو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور وفکر کے بعد رائے قائم کی ہے بہترین اور قوی ترین شخص کو ولیعہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی راست روی کا خواہشمند ہے۔ میرے لئے تو کوچ کا حکم آچکا اب میں اُنکو تیری سپرد کرتا ہوں وہ تیرے بندے ہیں

بیدك اصلح الیهم وُلاتهم واجعله من خلفائك الراشدین واصلح لهٗ رعیته

اور اُنکی باگ تیرے ہاتھ میں ہی اے اللہ اُنکے حاکموں کو صلاحیت دے اور ولیعہد کو خلفائے راشدین کے زمرہ سے کر اور اُسکی رعیت کو صلاحیت بخش۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روانگی شام کے وقت حضرت خالد عراق کی امارت مثنےٰ بن حارثہ کے سپرد کر گئے تھے۔ اُنکی روانگی کے بعد اُدہر کسریٰ نے تازہ دم فوجیں بھیجیں ادھر حضرت ابوبکر کی علالت کے سبب مدینہ سے مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت مثنےٰ نے متردد ہو کر بشیر کو اپنا نائب کیا اور خود مدینہ آپہونچے۔ جس دن وہ پہونچے حضرت ابوبکر کی حیات کا آخری دن تھا تاہم حالات مفصل سُنے اور خطرہ کا اندازہ کر کے حضرت عمر کو بلایا اور کہا کہ جو میں کہتا ہوں اُسکو سنو اور اُسپر عمل کرو۔ مجھکو توقع ہی کہ آج میری زندگی ختم ہو جائیگی۔ دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دیکر مثنیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی وجہ سے تمکو دین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رُکنا چاہئیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہو سکتی ہی۔ تم نے دیکھا ہے کہ اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہی رب کی اگر میں اُس روز حکم الہی کی بجا آوری میں کوتاہی کرتا تو اللہ ہمکو تباہ کر کے سزا دیتا اور مدینہ میں آگ بہڑک اُٹھتی اگر خدا تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیجدینا اس لئے کہ وہ کار آزمودہ اور وہاں کے حالات سے واقف ہی۔ ایک روز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھکو بیت المال سے کل وظیفہ اتبک کسقدر ملا ہی حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم ہوئے (پندرہ سو روپیہ تخمیناً)۔ ہدایت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت المال کا روپیہ واپس دیدیا جائے۔ چنانچہ وہ زمین بیچکر روپیہ واپس دیدیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بیعت کے بعد میرے مال میں کیا اضافہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک حبشی

غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ ایک اونٹنی ہے جس پر پانی آتا ہے اور ایک سوا روپیہ کی چادر۔ وصیت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچادی جائیں۔ رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت فاروق کے سامنے آئیں تو روئے اور کہا اے ابوبکر تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے۔ قریب وفات حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا تھا۔ کہا تین پارچہ کا۔ وصیت کی کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں۔ ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المومنین نے کہا کہ ابّا جان ہم ایسے تنگدست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ جواب میں فرمایا کہ جان پدر نئے کپڑے بمقابلہ مُردوں کے زندوں کے لئے زیادہ موزوں ہیں کفن تو پیپ اور لہو کے واسطے ہے۔ انتقال کے روز دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت کی تھی لوگوں نے کہا دوشنبہ کو۔ سُنکر کہا کہ مجھکو اُمید ہے میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بنائی جاوے۔ عین سکرات کے وقت جب دم سینہ میں تھا حضرت عائشہ نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔

وَابیضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہٖ
رَبِیعُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِل

ترجمہ۔ وہ نورانی صورت جس کے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہو
یتیموں پر شفیق بیواؤں کی پناہ ہے۔

آنکھیں کھولدیں اور کہا یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آخر کلام یہ تھا:۔
ربِّ توفنی مُسلِماً وَالحقنی بالصالحین اے رب تو مجھکو مسلمان اُٹھا اور صالحوں سے ملا۔

۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری دوشنبہ کا دن گزرنے پر عشا و مغرب کے درمیان وفات پائی
نماز جنازہ کی امامت حضرت عمر نے کی اور اُسی شب کو حضرت عائشہ کے حجرہ میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کیے گئے کہ اُن کا سر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے شانہ کے برابر رہا۔ رضی اللہ عنہ۔
عمر ۶۳ سال کی تھی ایام خلافت دو برس تین مہینے گیارہ دن۔

ذاتی حالات

قبول اسلام کے وقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا۔ تجارت ذریعہ معاش
تھی۔ اس سرمایہ کو خدمت اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کر کے
مدینہ کو چلے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے سب ساتھ لے آئے اور مدینہ میں تجارت اور مالی
خدمتِ اسلام کا شغل جاری رہا۔ وفات کے وقت نقد ایک حبہ نہ تھا۔ خلافت کے بعد بھی
شغل تجارت قائم رہا۔ روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لادکر بازار کو لیجاتے اور خرید فروخت
کرتے۔ چھ مہینے تک یہی عمل رہا جب مشاغل خلافت بڑھے اور فرصت مفقود ہوئی تو صحابہ
کو جمع کیا اور کہا کہ خلافت کے کاروبار اب تجارت کی مہلت نہیں دیتے اور میں اہل و عیال
کی پرورش کا سامان مہیا نہیں کرسکتا۔ یہ سنکر صحابۂ کرام نے اُن کے مصارف خزانہ سے
مقرر کر دیئے۔ بعد غور معیار مصارف مدینے کے ایک مہاجر کا خرچ رکھا گیا۔ اس میں اختلاف ہے
کہ مقدار وظیفہ کی کیا تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ آدھی بکری کا گوشت روزانہ۔ معمولی لباس۔
شرط یہ تھی کہ پُرانا لباس بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ بعض نے نقد وظیفہ کا تقرر لکھا
ہے۔ نقدی کی مقدار باختلاف روایت ڈہائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی
گئی ہے۔ میں کم وبیش ڈھائی ہزار کو ترجیح دیتا ہوں۔ وجہ یہ کہ وفات کے وقت جو حساب
وظیفہ کا کیا گیا اُس کے بموجب کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم ہوا۔ خلافت سے

سے پہلے سنح میں رہتے تھے وہیں اُنکی بی بی حضرت حبیبہ بنت خارجہ الضاریہ کی سکونت تھی۔ ایک کمل کا حجرہ (چھوٹا خیمہ یا راوٹی) مکان کی بساط صرف اسقدر تھی چھ مہینے تک خلافت میں بھی اُسی میں قیام رہا۔ جس روز وہاں جانے کی باری ہوتی جاتے اکثر پیدل کبھی اپنے ذاتی گھوڑے پر عشا کے بعد جاتے صبح کو واپس آجاتے۔ خلافت سے پہلے مُحلہ کی لڑکیاں اُن کے پاس بکریاں لاتیں اور وہ دودھ دوہ دیتے۔ جب خلیفہ ہو کر محلہ میں گئے تو لڑکیوں نے دیکھکر کہا اب یہ دودہ نہیں دوہینگے۔ سُنکر کہا ضرور دوہونگا۔ مجھکو خدا کی ذات سے اُمید ہو کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فرق نہیں آئیگا۔ چنانچہ جب محلہ میں جاتے تو دریافت کرتے دودہ دوہ دوں یا بکریاں چرالاؤں۔ جیسا لڑکیاں کہدیتیں اُس کے مطابق تعمیل کرتے۔ خود اُنکی بکریاں بھی تھیں۔ کبھی کبھی اُن کو بھی لیجا کر چراتے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلہ میں نکلتے تو بچے بابا بابا کہکر دوڑتے اور آکر لپٹ جاتے۔ جمعہ کے دن صبح کو سُنح میں ٹھر کر سر اور ڈاڑھی میں سُرخ خضاب لگاتے غسل کرتے کپڑے بدلکر مدینہ آتے اور نماز جمعہ پڑھاتے۔ چھ مہینے کے بعد سُنح کی سکونت ترک کرکے مدینہ کے مکان میں متصل مسجد نبوی سکونت اختیار کی۔ اُن بزرگوں کی روزانہ زندگی کا انداز اس حدیث سے ہوتا ہے۔

ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرکے دریافت فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا۔ حضرت ابوبکر۔ میں نے۔ جنازہ کے ساتھ کون گیا حضرت ابوبکر۔ میں۔ محتاج کو کھانا کس نے کھلایا۔ حضرت ابوبکر۔ میں نے۔ بیمار کی عیادت کس نے کی۔ حضرت ابوبکر۔ میں نے۔ سُنکر ارشاد ہوا کہ یہ اوصاف جسمیں جمع ہونگے وہ جنتی ہو۔ مدینہ کے کنارہ پر ایک اندھی محتاج بڑھیا رہتی تھی۔ حضرت عمر ہمیشہ اُس کے

یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں۔ مگر جب پہونچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی اُنسے پہلے آکر خدمت کر گیا۔ ایک روز دروازہ میں چھپکر کھڑے ہو گئے۔ وقت مقرر پر وہ شخص آیا دیکھا تو حضرت ابو بکر تھے۔ یہ خلافت کا زمانہ تھا۔ مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کسقدر احتیاط تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیجئے۔ ایک روز اُنکی ایک بی بی نے شیرینی کی فرمائش کی۔ جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ دام بچاکر جمع کر لوں۔ فرمایا جمع کرو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابو بکر کو دیئے کہ شیرینی لادو۔ پیسے لیکر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں۔ لہذا بیت المال کا حق ہیں۔ چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرا دیئے اور اُسیقدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔ مُنہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھسے بہتر جانتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا بہتر جانتا ہوں جو اُنکا گمان میری نسبت ہے اُس سے اچھا مجھکو کر دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنکو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اُس کا مواخذہ مجھسے مت کیجیو۔ اپنا سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا۔ انتہا یہ کہ اونٹ کی سواری میں نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اُتر کر نکیل اُٹھاتے ایک بار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ :۔

ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسئل الناس شیئاً۔	میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھکو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔

حلیہ :۔

رجل ابیض نحیف خفیف احنی لا یستمسک ازراہ یسترخی عن	گورے چٹے دبلے پتلے آدمی تھے کمر جھکی ہوئی تھی۔ تہمد کمر پر نہیں رُک سکتا تھا نیچے کو کھسک جاتا تھا

حقوتیہ معروق الوجہ غائر العینین ناتی الجبہتہ عاری الاشاجع حسن القامتہ۔

چہرہ ستا ہوا آنکھیں بیٹھی ہوئیں پیشانی بلند انگلیوں کے جوڑ گوشت سے خالی قد موزوں۔

امام زہری کا قول ہے کہ بال گھونگر والے تھے۔ آواز دردناک تھی۔ بات بہت کم کرتے تھے جو کہتے سنجیدہ کہتے انداز کلام ذوق و محویت کی شان لئے ہوئے تھا۔ قلب نہایت رقیق و نرم تھا اسی لئے اوّاہ لقب تھا۔ سخی باوقار حلیم و شجاع تھے۔ رائے نہایت سدید و صائب تھی اُس کا جوہر وہ نور ایمانی تھا جس کا نام اصطلاح شرع میں فراست مومن ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں (خلاصۃً) "حضرت ابوبکر علم کتاب و سنت میں مثل دیگر علمائے صحابہ تھے۔ جس صفت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی کہ جب کوئی مشکل مسالہ یا مشورہ پیش آتا وہ اپنی فراست کو اُس پر غور کرنے میں صرف کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک شعاع اُن کے دل پر ڈالتا جس سے حقیقت حال روشن ہو جاتی۔ اس شعاع کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا۔ لہذا حقیقت حال بصورتِ عزمیت ظاہر ہوتی۔ نہ برنگ تخیل"۔

اصول حکومت

بنیاد حکومت قران و حدیث تھی جب کوئی معاملہ پیش آتا اول قران کی طرف رجوع کرتے اگر کلام مجید میں نہ ملتا حدیث کی طرف توجہ کرتے اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی مجمع میں آکر دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اسپر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اسقدر سنۃ رسول کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہ میں جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے اُن کو جمع کر کے مشورہ کرتے جس رائے پر اجتماع ہو جاتا اُسی پر کاربند ہوتے اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اُسکو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی۔

کوشش کی بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی۔ اُس میں جوان بوڑھے مرد یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ اُنکا قول تھا:۔

لا یحقرن احد کم احدا من المسلمین	تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے
فان صغیر المسلمین عند اللہ اکبر	اسلئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی، اللہ کے نزدیک بڑا ہے

ایک مرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا، "السلام علیکم یا خلیفۂ رسول اللہ" سنکر کہا تمام مجمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھکو سلام کیوں کیا۔ خلافت کے بعد جب اوّل مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سب کو علیٰحدہ کر دیا اور کہا اپنی اپنی راہ چلو۔ شان تکبر سے ہمیشہ احتراز رکھا۔ ایک مرتبہ ایک فاتح امیر نے نامۂ فتح کے ساتھ دشمن کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے۔ لانیوالے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرز عمل ہے۔ فرمایا کہ ہم روم و فارس کے مقلد نہیں اس کے بعد عام ہدایت جاری کر دی کہ آئندہ صرف فتح کی خبر بھیجی جائے دشمن کا سر نہ بھیجا جائے۔ عُمال کی بابت یہ اصول تھا کہ جو عامل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قائم و برقرار رہے۔ سادگی اسلام کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا۔ اُس سادگی و وقار پر ہزار تکلف اور شان و شوکت نثار تھے۔ اہل ارتداد کے مقابلے سے جب اسلام کے لشکر لوٹے تو اُن کے ہمراہ ذوالکلاع حمیری بھی یمن سے آئے یہ اُس شاہی خاندان حمیر کی یادگار تھے جو مدتوں یمن پر جاہ و جلال کے ساتھ فرمانروا رہ چکا تھا شاہی خاندان کے دور آخر کے تکلفات و ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع میں نظر آتا تھا سر پر جواہر نگار تاج تھا۔ بدن میں زریں پوشاک۔ طلائی پٹی کمر میں۔ ہمراہی بھی زرق برق لباس میں تھے۔ مدینہ آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیروا چادریں۔ ایک باندھے ایک اوڑھے مگر اسلامی وقار و تمکین کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباس شاہی چھوڑ کر دلق درویشی

اختیار کرلی۔ ایک روز مدینہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑی کی معمولی پٹی بندھی تھی۔ ایک ہمراہی نے دیکھکر حسرت سے کہا۔ کہ یہ کیا شکل بنالی جواب دیا کہ اسلام کے اثر سے لایعنی تکلفات بے لطف ہو گئے۔

عمال و کاتب

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور جزیہ کے آمدنی کا حساب اُنکی سپرد تھا۔ بیعت کے بعد اُنھوں نے کہا کہ مال کا کام خلیفہ کی طرف سے میں انجام دونگا۔ خزانہ جبتک حضرت ابوبکر سُنح میں رہے وہاں رہا۔ قفل پڑا رہتا تھا۔ پہرہ نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ پہرہ رکھئے تو جواب دیا قفل کافی ہے۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا قاضی حضرت عمر تھے۔ اُس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی بھی حضرت عمر کے سامنے نہ آیا۔ کاتب حضرت زید بن ثابت۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت عثمان تھے۔ معمولی خط کتابت کا کام جو حاضر ہوتا اُس سے لے لیا جاتا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں ان خدمات کا معاوضہ لینا سخت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ جو کام کرتے محض حسبۃً للہ۔

عُمال

مقام حکومت	نام عامل
مکہ (حجاز)	عتاب بن اُسید
طائف "	عثمان بن ابی العاص
صنعا (یمن)	مہاجر
حضر موت (یمن)	زیاد بن لبید انصاری
خولان "	یعلی بن منیہ

مقام حکومت	نام عامل
زبید ورمع (یمن)	حضرت ابوموسیٰ اشعری
جَنَد "	حضرت معاذ بن جبل
بحرین "	علاء حضرمی
نجران "	جریر بن عبداللہ
دومۃ الجندل (عراق)	عیاض بن الغنم
عراق	مثنیٰ بن حارثہ
ثور (بلاد مزینہ)	جرشش

علمی کمالات وعلمی خدمات

قرآن - قرآن شریف بطور وحی تیئس برس تک تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بہت سے صحابہ کرام ایسے تھے جنکو کلام مجید پورا حفظ تھا۔ بہایت کثرت سے ایسے جنکو مختلف حصے یاد تھے۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاتبان وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور لکھوا دیتے۔ حضرت زید بن ثابت کو یہ سعادت اکثر حاصل ہوتی۔ کاغذ نایاب تھا اس لئے علاوہ کاغذ کے وحی چمڑے کے ٹکڑوں۔ کھجور کی چھال بکری کے شانہ کی ہڈی سپید پتھر کے ٹکڑوں پر بھی لکھی جاتی اور یہ لکھے ہوئے اجزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ رہتے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یمامہ کے پر شر معرکہ سے یہ نتیجۂ خیر نکلا کہ کلام مجید ایک جگہ تحریر ہو کر بشکل کتاب محفوظ ہو گیا۔ اوپر سن چکے ہو کہ معرکۂ مذکور میں کس کثرت سے مہاجرین و انصار شہید ہوئے

اُن میں کثرت سے ایسے تھے جو کل یا جز قرآن کے حافظ (قُرّاء) تھے۔ حضرت عمر نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ مسلمانوں کو ابھی بہت معرکے سر کرنے ہیں اگر ہر معرکہ میں اسی کثرت سے حفاظ شہید ہوئے تو قرآن کا خدا حافظ ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ کلام مجید ایک جگہ ضبط تحریر میں آجاوے۔ اوّل حضرت صدیق نے اس بنیاد پر تامل کیا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ کس طرح کریں۔ مگر بحث کے بعد حضرت ابوبکر پر منکشف ہو گیا کہ حضرت عمر کی رائے صحیح ہے۔ حضرت زید بن ثابت کو طلب کر کے اوّل اپنی اور حضرت عمر کی گفتگو کا اعادہ کیا پھر کہا تم جوان ذی ہوش ہو کوئی الزام تم پر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا بھی کرتے تھے۔ لہٰذا تم کلام مجید لکھکر ایک جگہ جمع کر دو۔ اوّل حضرت زید بن ثابت کو بھی وہی تامل ہوا جو حضرت صدیق کو ہوا تھا لیکن مباحثہ کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اور اُنھوں نے خدمت قبول کی۔ حضرت زید کا مقولہ ہے کہ اگر پہاڑ کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھدینا میرے سپرد کیا جاتا تو وہ آسان ہوتا۔ بمقابلہ اس کے کہ جمع قرآن کا بوجھ میری سر پر رکھا گیا۔ اس سے اُس احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت زید بن ثابت کو خدمت مفوضہ کی ذمہ داری کا تھا۔ کاشانۂ نبوت سے تحریر شدہ اجزا برآمد کئے گئے۔ مزید احتیاط و غایت اہتمام صحت کے لحاظ سے حضرت زید بن ثابت اُن اجزا کا مقابلہ بار بار اُن صحابہ سے کرتے جنکو کل یا جز کلام مجید یاد تھا اور جب کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہتا تب کاغذ پر نقل کرتے غرض اسی جانفشانی و تحقیق کے ساتھ حضرت زید بن ثابت نے تمام کلام مجید کاغذ پر لکھکر ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے اُس کا نام مصحف رکھا۔ یہ نسخہ خاص حضرت ابوبکر کی تحویل میں رہا۔ حضرت ابوبکر خود بھی حافظ قرآن تھے۔ اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاتبان وحی کے زمرہ میں شامل۔ لکھنا اُس زمانے میں اسقدر کمیاب تھا کہ قریش کے اتنے بڑے قبیلے میں بقول علامہ بلاذری آغاز اسلام میں صرف

ستره آدمیوں کو لکھنا آتا تھا۔ زمانۂ خلافت میں جو اشکال معانی کلام مجید کے متعلق پیش آیا اُسکو حل کیا۔

حدیث۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابوبکر کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ اس طرح وہ اُن کے عالم وجود میں آنے کے باعث ہوئے۔ ایک سو بیالیس حدیثیں بروایت حضرت صدیق مروی ہیں ان کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ایک جگہ جمع کر دیا ہی۔ قلت روایت کے اسباب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ لکھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے۔ وہ تھوڑا زمانہ بھی اور قسم کی مہمات کے طے کرنے میں گزر گیا۔ اُن کے معاصر قریبًا سب صحابہ تھے جو خود عالم حدیث و روایت حدیث سے مستغنی تھے۔ تابعین بہت ہی کم تھے۔ واقعات بھی زیادہ پیش نہیں آئے۔ باوجود قلت روایت کے امہات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند ہیں مثلاً طریقۂ نماز۔ حضرت ابوبکر سے ابن زبیر نے حاصل کیا اُنسے امام عطا نے اُنسے ابن الجریج نے ابن الجریج کی نسبت یہ قول ہی کہ اُن کے زمانہ میں اُنسے بہتر نماز کا ادا کرنیوالا نہ تھا۔ اہل مکہ ادائے نماز میں طریقۂ صدیقیہ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ مستند روایت حضرت صدیق کی ہی۔

فقہ۔ فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہی کہ "وے رضی اللہ عنہ شیخ و استاد جمیع مجتہدین شد بوضع ایں قاعدہ"۔ فقہ کے جو مشکل مسائل پیش آئے اُن کو حل کیا۔ مثلاً میراث جدہ۔ میراث جد۔ تفسیر کلالہ۔ حد شرب خمر۔ مہم شام کی روانگی کے وقت جو احکام امرا لشکر کو دیے وہ صدیوں تک امرائے اسلام کا دستور العمل رہے۔

تعبیر رویا۔ یہ بھی ایک علم الٰہی ہی جس کا ادراک جدید روشنی میں مشکل ہی۔ وجہ یہ کہ جو لوگ

نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھا سکتے وہ نور و صفائی باطن سے محروم ہیں جس کی ضرورت اس فن کے لئے ہے۔ بہرحال فن تعبیر کے امام ابن سیرین کا قول ہے

کان ابو بکر اعبر ھذہ الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں ابوبکر فن تعبیر میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔

تصوف۔ سب سے اول تصفیہ و تزکیۂ باطن کے واسطے کلمۂ طیبہ کا طریقۂ ذکر حضرت ابوبکر نے تلقین کیا۔ حضرت جنید کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیق کا یہ مقولہ ہے:۔

سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الا بالعجز۔	پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے طریقۂ تصوف کے امام ابوبکر ہیں انقطاع عن الاغیار جو جان تصوف ہے اُن کے اس خطبے سے عیاں ہے الا من کان یعبد محمداً الخ۔ محبت دنیا سے پاک و صاف ہونے کا شاید غزوۂ تبوک کا وہ واقعہ ہے۔ ما خلفت لعیالک۔ قال اللہ و رسولہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور اُس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تصوف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر کے اُن تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساس تصوف ہیں مثلاً توکل۔ احتیاط۔ تواضع۔ خدا کی مخلوق پر شفقت رضا۔ خوف الہی۔ جو صاحب شائق تفصیل ہوں ازالۃ الخفا دیکھیں۔ ہم مضمون کے عام فہم ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوف الہی کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:۔

طوبیٰ لک یا طیر تاکل من شجرۃ و تستظل من شجرۃ و تصیر الی غیر حساب	اے پرندے خوشحال ہے تو پھل کھاتا ہے درخت کے سایہ میں بسر کرتا ہے حساب کتاب کا کچھ کھٹکا

یالیت ابابکر مثلک۔ یعنی کاش ابوبکر تجھسا ہوتا۔

نماز میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقۂ نقشبندیہ جو آجتک عالم میں فیض رساں ہی اُس کا سلسلہ بواسطۂ حضرت امام جعفر صادق حضرت ابوبکر صدیق تک پھونچتا ہے۔

عقائد۔ عقائد کے متعلق حضرت ابوبکر نے سب سے اوّل توحید و رسالت کا امتیاز علی الاعلان اُس وقت ظاہر کیا جبکہ خود صحابۂ کرام متحیر تھے یعنی بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس موقع کا خطبہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ بعد بعیت رسالت و خلافت کے حدود صاف صاف علیحدہ قائم کردیئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک خطبہ خاص اس مبحث کے متعلق دیا۔ اسمیں بوضاحت بیان کیا کہ دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں وہ مجھسے طلب نہ کرنا ایک وحی۔ دوسری عصمت اسکو اس کثرت کے ساتھ خطبوں میں ظاہر کیا کہ سامعین کے ذہن میں راسخ ہوگیا۔ علاوہ خطبوں کے اور مواقع پر بھی اس کا لحاظ اہتمام کے ساتھ رکھا۔ کسی نے اُنسے کہا خلفۃ اللہ تو کہا:۔

انا خلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راض میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں۔

ایک بار کسی پر غصے ہورہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اس کی گردن اُڑادوں۔ فوراً کہا کہ یہ رتبہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ واقعات وفات میں پڑھ چکے ہو کہ شدت سکرات میں جب ایک مدحیہ شعر اُنکی شان میں پڑھا گیا تو آنکھیں کھولکر کہدیا کہ یہ شان رسول اللہ کی تھی۔ زکوٰۃ اور نماز میں جو تفریق قائم کرنے کی کوشش کی گئی اُسکو آغاز خلافت میں کس شدت سے روکا۔

علم انساب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آج انساب قریش کے متعلق جسقدر علم ہے

وہ بروایت زبیر بن بکار محفوظ ہی۔ اُنھوں نے مصعب زبیری سے حاصل کیا مصعب نے بہ یک واسطہ مطعم بن جبیر سے مطعم نے حضرت ابوبکر سے۔

بلاغت خطب۔ مورخین کا قول ہی کہ صحابۂ کرام میں فصاحت خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے ایک حضرت ابوبکر دوسرے حضرت علی مرتضیٰ۔

بعض مقولے:۔

لا یحقرن أحد کم احداً من المسلمین	تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے
فان صغیر المسلمین عند اللہ اکبر۔	اسلیے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہی۔
وجدنا الکرم فی التقویٰ والغناء فی	ہمنے بزرگی تقویٰ میں۔ بے نیازی یقین میں
الیقین والشرف فی التواضع۔	اور عزت تواضع میں دیکھی۔

ایک خطبے میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو آجکل ہر مسلمان کا دستور العمل بننے چاہیئیں

ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا	باہم قطع تعلق مت کرو بغض نہ رکھو۔ حسد مت کرو
وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم	اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہوجاؤ جیسا کہ تمکو حکم ہی

حضرت خالد بن ولید کو ایک موقع پر نصیحت کی:۔

فر من الشرف یتبعك الشرف واحرص	جاہ و عزت سے بھاگو عزت تمھارے پیچھے پھریگی موت
علی الموت توھب لك الحیواۃ۔	پر دلیر رہو تمکو زندگی بخشی جائیگی۔

مُحبت رسول | حضرت صدیق اکبر مُحبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابوبکر نے ایک روز خطبہ دیا اُس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے:۔

انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی میں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

عام الاوّل۔ پارسال سنا ہے۔

پارسال کے لفظ سے حادثۂ وفات یاد آگیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور بیتاب ہو گئے سنبھلکر پھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا پھر اُن الفاظ سے دلپر چوٹ لگی اور مضطرب ہو گئے۔ تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اَنّا حضرت ام ایمن کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے بعد خلافت حضرت ابو بکر نے ایک روز حضرت عمر سے کہا:۔

انطلق بنا الیٰ ام ایمن نزورھا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا

چلو سنت بنوی کی پیروی کریں اور ام ایمن سے چلکر ملیں۔

وہاں پھونچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو اللہ کا تقرب اُس کے رسول کے واسطے بہتر ہے۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں۔ صدمہ اس کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ سُنکر دونوں صاحب رونے لگے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر کا اصلی سبب وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ اس صدمے سے گھُلتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔

ازواج و اولاد حضرت ابو بکر نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانہ جاہلیت میں دو بعد اسلام ایام جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومان تھیں۔ قتیلہ قبیلۂ بنی عامر سے تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لائیں ہجرت کے وقت حضرت ابو بکر اُن کو مکہ میں چھوڑ گئے تھے چند روز کے بعد مدینہ بلا لیا۔ ذی حجہ ۶ھ ہجری میں بمقام مدینہ رحلت کی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانہ اسلام میں ایک شادی ام رومان کی وفات کے بعد اسمار بنت عمیس سے ۸ھ ہجری میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے

حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت یہ دونوں بیبیاں زندہ تھیں۔ اولاد تین لڑکے اور تین ۳ لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبدالرحمٰن ام رومان کے بطن سے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے عبداللہ قتیلہ کے بطن سے غزوۂ طائف میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب شریک تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا اُس کے صدمہ سے شوال ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرے لڑکے محمد ہیں یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اُنکی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں قاسم اُن کے صاحبزادے تھے۔ جو فقہائے سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسمائ تھیں۔ اُنکی والدہ قتیلہ۔ حضرت زبیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل ہوئیں۔ دوسری لڑکی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کی حقیقی بہن تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ اُنکا علم وفضل مسلم ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ جو آٹھ بزرگ صحابۂ کرام میں اجتہاد فقہ میں ممتاز تھے اُنمیں حضرت عائشہ بھی تھیں۔ تیسری لڑکی ام کلثوم ہیں۔ اُنکی والدہ بنت خارجہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں سلسلۂ نسل حضرت عبدالرحمٰن اور محمد سے چلا حضرت عبداللہ کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ ہجری نبوی
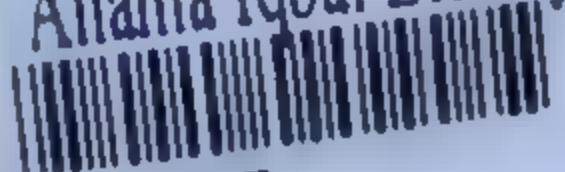
Ment for
Muslim prospects;
Ali